هفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۳ جون ۱۹۶۱ء

۲۵ پیسے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

مُناجاتِ سَحَرگاہی

(از اختر پراچہ ادیب فاضل کوہاٹ)

یارب! صفائے قلب کی دولت نصیب کر　　محشر میں انبیا کی رفاقت نصیب کر
عشقِ رسولِ پاکؐ سے کر مجھ کو سرخرو　　آلِ نبیؐ کی دل کو محبّت نصیب کر
مے سے غرض ہے مجھ کو نہ ساقی سے واسطہ　　کوثر نصیب کر مجھے جنت نصیب کر
دنیا کی راحتوں کی تمنّا نہیں مجھے　　سردارِ دو جہاں کی شفاعت نصیب کر
وردِ زباں ہو نام ترا وقتِ جاں کنی　　مرقد میں مصطفٰےؐ کی زیارت نصیب کر
پروردگار! مجھ کو بچا حرص و آز سے　　جو کچھ دیا ہے اس پہ قناعت نصیب کر
اصرارِ معصیت پہ نہ مائل ہو دل مرا　　اپنے گنہ پہ مجھ کو ندامت نصیب کر
دنیا میں صالحین کی صحبت نصیب ہو　　عقبیٰ میں لطفِ سایۂ رحمت نصیب کر
جو کر سکے تمیز حلال و حرام میں　　اے کردگار! ایسی بصیرت نصیب کر
گھبرا گیا ہے گردشِ دوراں سے دل مرا　　یارب! سکونِ قلب کی دولت نصیب کر

اختر کی یہ دعا ہے تری بارگاہ میں
ایمان و تندرستی و صحت نصیب کر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ / ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۱۱ | ۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۶۱ء | شمارہ ۶



اس شمارے میں



شرح چندہ

سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے عام فی پرچہ ۲۵ پیسے
فون نمبر ۶۷۵۴۵

ضروری ہدایت

احباب سے گزارش ہے۔ کہ خدام الدین کو پڑھنے کے بعد ردی میں فروخت نہ کریں۔ بلکہ کسی اور ضرورت مند دوست کو یا طالب علم کو دے دیں یہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا ورنہ ردی میں فروخت کرنے کا گناہ آپ کے ذمہ ہوگا

اداریہ

شہادتِ حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ

> حُسین وَ سادہ وَ رنگین ھے داستانِ حرم
> نہایت اِس کی حُسینؓ اِبتدا ھے اِسماعیلؑ

آج محرم الحرام کی دسویں تاریخ ہے اس دن کو عام طور پر یوم عاشورہ کہا جاتا ہے۔ تاریخ اسلام میں یوم عاشورہ کو کئی لحاظ سے اہمیت حاصل ہے حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر ان سے دریافت فرمایا کہ یہ دن کیسا ہے؟ یہود نے کہا یہ بہت بڑا عظمت کا دن ہے اسی روز اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور آپؑ کی قوم بنی اسرائیل کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کی قوم کو بحیرۂ قلزم میں غرق فرمایا۔ موسےٰ نے شکر کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا۔ اس لئے ہم بھی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے یہود کا یہ جواب سن کر فرمایا۔ کہ ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے حقدار ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے خود بھی یوم عاشورہ کا روزہ رکھا۔ اور صحابہ کرامؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوگئے۔ تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو نہ تو یوم عاشورہ کے روزہ کا حکم فرمایا۔ ایک حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپؐ نے ایک بار یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا۔ تو نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا۔ ان ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے نویں اور دسویں محرم الحرام کے روزے نفلی روزوں کا درجہ رکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا واقعات امام حسینؓ کی شہادت سے تقریباً ساٹھ سال پہلے کے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی اتفاق سے عاشورہ کے دن ہی ہوئی۔ آپؓ کی شہادت نے تو یوم عاشورہ کی اہمیت کو اور بھی چار چاند لگا دیئے۔ اور اس نے تاریخ اسلام میں ایک نئی روح پھونک دی۔ امام حسینؓ حضرت فاطمۃ الزہرا کے لخت جگر۔ حضرت علیؓ کے جگر گوشہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے نواسے تھے۔ آپؓ رسول اللہؐ کے اہل بیت میں شامل تھے رسول اللہ نے آپؓ کو اور آپؓ کے برادر محترم امام حسنؓ کو جنت کے نوجوانوں کے سردار کا لقب عطا فرمایا۔ امام حسینؓ کو اللہ تعالےٰ اور رسول اللہؐ کے ہاں جو درجہ حاصل ہے۔ اس کے پیش نظر کوئی کلمہ گو ایسا نہیں ہوسکتا۔ جس کو آپؓ کی شہادت کا رنج و غم نہ ہو تقریباً تیرہ سو سال گزر جانے کے باوجود مسلمانانِ عالم کے دلوں میں اب تک اس دردناک واقعہ کی یاد تازہ ہے اور وہ ہر سال ۱۰ محرم الحرام کے دن یوم شہادت مناتے ہیں۔ اگرچہ ہماری رائے میں اس کو منانے کا طریقہ کسی لحاظ سے بھی پسندیدہ نہیں۔

امام حسینؓ نے اپنی اور اپنے اعزاؤ اقرباء کی جان کی قربانی اس لئے پیش نہیں کی تھی۔ کہ مسلمان محرم الحرام کے دس دن تو ماتمی لباس پہن کر روئیں اور سینہ کوبی کریں اور سال کے باقی ۳۵۵ دن اپنے عمل اور کردار سے اسلام کا منہ چڑائیں۔ اور باطل کا مقابلہ کرنے کی بجائے اس کی حمایت کریں۔ یہ آپؓ کی شہادت کی قدردانی اور عزت افزائی نہیں۔ بلکہ آپؓ کی اس شاندار قربانی پر پانی پھیر دینا ہے۔

مہمانِ کربلا

از عبد الحمید خاں شوق بورسٹل جیل لاہور

اے میر کاروانِ حسینانِ کربلا
سردار کامگار شہیدانِ کربلا

صد مرحبا جناب کا یہ جذبۂ جہاد
بے حوصلہ نہ کرسکا طوفانِ کربلا

راہِ وفا میں جان بھی دے دی تو غم نہیں
ہر حال میں تھے مطمئن سلطانِ کربلا

باطل کی شعلہ ریز ہوا کو بجھا دیا
پہنچے جو کربلا میں غلامانِ کربلا

شبّیر باوفا کی محبت میں مست تھے
قربان تھے حسینؓ پہ یارانِ کربلا

صحرائے کربلا کے وہ دشوار راستے
طے ہوگئے بہ ہمت سلطانِ کربلا

میدان کارزار میں جاتے تھے شوق سے
ہوتے تھے بار بار وہ قربانِ کربلا

زندہ ہے ہر شہید کا تارستخیز نام
پھیلا ہؤا ہے چارسُو فیضانِ کربلا

ہے شرم کا مقام یہ کرتے ہو کیا لعین!
ابن رسولؐ آج ہے مہمانِ کربلا

تھی طاعتِ یزید میں اسلام کی شکست
پھر کس طرح یہ مانتے سلطانِ کربلا

تعریف میں حضور کی رطب اللساں ہے شوق
اے تاجدار قصرِ نشینانِ کربلا

جناب ایم عبدالرحمن لودھیانوی (شیخوپورہ)

رموز و اسرار اُم القرآن

سِرّ اوّل اس سُورۃ میں پانچ چیزیں خداتعالیٰ کے متعلق اور پانچ بندہ کے متعلق مذکور ہیں۔ خدا تعالےٰ کے متعلق یہ ہیں۔ (۱) اللّٰہ (۲) رَبّ (۳) رَحْمٰن (۴) رَحِیْم (۵) مَالِكِ اور بندہ کے متعلق یہ ہیں (۱) عبادت (۲) استعانت (۳) طلب ہدایت (۴) طلب استقامت (۵) طلب نعمت اور غضب الٰہی سے پناہ

پس عبادت لفظ اللّٰہ سے اور استعانت لفظ رب سے اور ہدایت لفظ رَحْمٰن سے اور طلب استقامت لفظ رَحِیْمِ سے اور نعمت باقیہ کا طلب کرنا اور غضب سے محفوظ ہونا مٰالِكِ کے متعلق ہے۔

اور اسی طرح انسان پانچ چیزوں سے مرکب ہے۔ (۱) بدن (۲) نفس شیطانی (۳) نفس سبعی (۴) نفس بہیمی (۵) جوہر ملکی سے کہ جس کو عقل کہتے ہیں۔ پس یہ پانچوں چیزیں ان پانچوں چیزیں ان پانچوں اسماء سے ایک مناسبت خاصہ رکھتی ہیں۔ کہ جس سے ان کی اصلاح ہوتی ہے۔ چنانچہ جوہر ملکی اسم اللّٰہ کی تجلّی سے چمکتا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۝ اور کثافت بدنی رب الْعٰلَمِیْنَ کے ملاحظہ سے دور ہو جاتی ہے اور نفس سبعی کی اصلاح لفظ رَحْمٰن سے ہوتی ہے اور نفس شیطانی کی اصلاح لفظ رَحِیْمِ سے متعلق ہے۔ اور نفس بہیمی پر مٰالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ سے دہشت طاری ہوتی ہے

جب ان پانچوں ناموں کی تجلّی سے آدمی بالکل مُہذّب اور شائستہ ہوگیا۔ تو اپنے مقصود کی طرف چلا۔ پس طاعت بدن کے لئے اِیَّاكَ نَعْبُدُ کہا اور نفس بہیمی کے زیر کے لئے اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ زبان پر لایا۔ اور نفس سبعی کے پنجہ اور شیطان کے چُنگل سے رہائی پانے کو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہا اور جن کا جوہر ملکی کامل ہے (ارواح مقدسہ) اُن کی رفاقت طلب کرنے کے لئے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ کہا۔ اور غضب سے بچنے اور ارواح خبیثہ سے دور رہنے کے لئے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہا۔

سِرّ دوم جب کہ بندہ نے مقام مناجات میں کھڑے ہوکر کمالات وصفات باری تعالیٰ کا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے لے کر مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ تک ملاحظہ کیا۔ تو اُس کو بے اختیار شوق الی اللّٰہ پیدا ہوا۔ پھر اُس کو اس سفر کا کاٹنا ضرور پڑا اور ایسے سفر میں توشہ اور سواری ضروری ہے۔ پس اِیَّاكَ نَعْبُدُ کا توشہ لیا۔ یعنی عبادت کو اس سفر کا زادِ راہ اور اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ یعنی استعانت کو سواری بنایا کیونکہ گو عبادت سے خدا تعالیٰ کا وصال ہے۔ مگر بغیر اعانت الٰہی اور مدد غیبی محال ہے۔ جب زاد و راحلہ (سواری) مُہیا ہُوا تو سیدھے راستے کے درپے ہُوا۔ اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہا اور جب کہ سیدھی سڑک مل گئی۔ تو راستہ کے رفیق بھی درکار ہوئے۔ کہ جن کے سبب سے اس راستہ کی تمام مشکلیں آسان ہوجائیں۔ اور اُس کے مشابہ دوسرے راستہ پر نہ پڑ جائے تو اس لئے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کہا اور جب کہ رہزنوں سے خوف ہو۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہا

سِرّ سوم خدا تعالےٰ نے اس چھوٹی سی سورۃ میں نہایت خوش اسلوبی سے وہ تینوں علم بیان کردئے۔ جن کے لئے انبیاء علیہم السلام آئے اور اُن کے قبول و تصدیق کرانے کے لئے معجزات و آیات دکھلائے۔ اس لئے اس سُورۃ کو تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ کہیں تو بجا ہے۔ اور سب کا عطر کہیں تو روا ہے۔ اور اسی لئے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ سورۃ کہ اس کے برابر توراۃ و انجیل و قرآن میں کوئی سورۃ نہیں۔

اور وہ تین علم یہ ہیں

(۱) علم شریعت یعنی وہ قانون الٰہی جس کے مطابق چلنا بندوں پر ضروری ہے۔

(۲) علم طریقت جس میں دل کے معاملات پہنچائے جاتے ہیں۔

(۳) علم حقیقت یعنی مکاشفات ارواح اور تجلّی علمی

علم شریعت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) علم عقائد جس کو اصول کہتے ہیں

(۲) علم احکام فقہ جس کو فرع کہتے ہیں

پھر علم عقائد کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) خدا تعالےٰ کی ذات صفات کے متعلق عقائد کہ وہ موجود ہے، وحدہ لاشریک ہے ہر چیز کا اُس کو علم ہے، دیکھتا سنتا ہے: ازلی ہے، ابدی ہے، عادل، رحیم و کریم ہے، کھانے، پینے، سونے، مکان و زماں میں ہونے و دیگر عیوب سے پاک ہے، کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے، نہ کوئی اُس کی اولاد ہے۔ نہ وہ کسی کی، سب کاموں میں بے نیاز اور ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی اُس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا، نہ اُس سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ سو یہ سب باتیں خدا تعالےٰ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے ثابت کردیں۔ کیونکہ جب تمام عالم کا مُربّی ہو۔ تو اب کونسی چیز ہے۔ جو اُس کی شریک ہے اور مُربّی بغیر رحیم و علیم و قادر و سمیع و بصیر اور حیّ و قیوّم ہونے کے نہیں ہو سکتا اور جب تمام عالم کا مربّی ہے۔ تو عالم کی ذات سے اُس کی ذات غیر ہے۔ کسی کے مشابہ و مانند نہیں تو جمیع اوصاف و حوادث سے لامحالہ بری ہُوا بالخصوص جن سے اُس کی تقدیس میں فرق آتا ہے۔

آخرت کے متعلق عقائد

(۱) مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے وہاں جاکر ہر قسم کے آرام و راحت پاتی یا تکلیف دُکھ اُٹھاتی ہے۔ اور ہر نیکی و بدی کا بدلہ ضرور ہے۔

۲۔ اور اعمال کے بموجب ہر شخص اپنے کئے کو پائے گا۔ اور ایمانداروں پر اللّٰہ تعالےٰ مہربانی فرمائے گا۔ سو یہ سب باتیں اُس نے مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ سے ثابت کردیں کیونکہ جو ذات جزا کے دن کی مالک ہے اس کے لئے یہ باتیں ضروری ہیں۔

ان دونو قسم کے علم کو علم مبدء و معاد بھی کہتے ہیں۔ کہ تمام عالم کی ابتداء و انتہا انجام کار سب کچھ بیان کردیا کہ ابتدا میں وہی ایک تھا۔ اور سب کے پیچھے وہی ایک واحد قہار رہ جائے گا

(۳) نبوت و امامت اور ولایت کے متعلق عقائد اور اُن کے مقابلہ میں کُفر اور بدعت اور شرک کی پہچان سو ان سب باتوں کو مجملاً صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں مع اُن کے نیک و بد نتیجہ کے بیان کردیا۔

باقی آئندہ

(بقیہ مجلس ذکر)

اللّٰہ تعالےٰ آپ کو ہر جمعرات اس مجلس ذکر میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب سے راضی ہوکر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۱ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۶۱ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

بے عمل کا انجام

بعض احباب ہر مجلس میں نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے میں اُن کو خوشخبری سناتا ہوں کہ جہاں ذکر الٰہی ہوتا ہے۔ تو فرشتے اپنے دوسرے ساتھیوں کو بلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آؤ جس چیز کے ہم متلاشی تھے۔ وہ یہاں ہو رہی ہے۔ پھر اس ذکر الٰہی کی مجلس کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر چڑھ کر آسمان تک پہنچتے ہیں۔ چونکہ فرشتے نور سے بنے ہیں۔ اور اُن کے اجسام لطیفہ ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ آسمان تک جا پہنچتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ لیکن فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں۔ کیا مانگتے ہیں۔ اور کس چیز سے پناہ چاہتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں۔ کہ اے اللہ۔ وہ تیرا ذکر کر رہے ہیں تجھ سے جنت مانگتے ہیں اور دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ جاؤ میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے ان تمام کو بخش دیا اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس ذکر الٰہی کی مجلس میں ہر جمعرات کو شامل ہو کر اللہ تعالیٰ سے بخشش کا تمغہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

جہاں تک میرا علم ہے کہ لاہور کے اردگرد چالیس میل کے رقبہ میں ایسی ذکر الٰہی کی مجلس کہیں نہیں منعقد ہوتی۔ ہمارے یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ذکر الٰہی کا مجمع بہت وسیع ہوتا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ دو سو آدمی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے یہاں جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ ہم سب کے ذکر کو قبول فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے آمین

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد میرا معمول ہے کہ میں اصلاح حال کے لئے کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ تاکہ میں اور آپ اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ آج میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں:

عن اسامۃ بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجاء بالرجل یوم القیمۃ فیلقی فی النار فتندلق اقتابہ فی النار فیطحن فیھا کطحن الحمار برحاہ فیجتمع اھل النار علیہ فیقولون ای فلان ماشانک الیس کنت تامرنا بالمعروف وتنھانا عن المنکر قال کنت امرکم بالمعروف ولا اٰتیہ وانھاکم عن المنکر واٰتیہ۔ متفق علیہ۔ (بخاری مسلم)

حضرت اسامۃ بن زیدؓ سے روایت ہے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائیگا اور پھر اُس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اور اُس کی انتڑیاں بہت بڑی ہوں گی۔ اور باہر نکلی ہوں گی۔ پھر اُس کو گھسیٹا جائے گا۔ اور وہ شخص اپنی انتڑیوں کے گرداگرد چکر کھائے گا۔ جس طرح گدھا خراس کے گرد چکر کھاتا ہے۔ (عرب میں خراس چلانے کے لئے گدھا استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں بیل ہوتا ہے) پھر دوزخی اُس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے اور بعض لوگ اُسے پہچان لیں گے (یعنی محلہ دار، دوست وغیرہ)

وہ اس سے پوچھیں گے۔ کہ اے فلاں۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تو وہی نہیں ہے جو ہمیں نیکی کی ترغیب دیا کرتا تھا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لئے کہا کرتا تھا۔ اور شر سے اور بےحیائی کے کاموں سے روکتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکتا تھا۔ کیا تو وہ شخص نہیں ہے۔ اس کے جواب میں وہ شخص جس کی انتڑیاں باہر نکلی ہوں گی۔ کہے گا کہ ہاں میں وہی شخص ہوں۔ جو تمہیں نیک کام کرنے کی نصیحت کرتا تھا۔ لیکن خود نیک کام نہیں کرتا تھا۔ یعنی تم کو بُرے کاموں سے منع کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکتا تھا لیکن خود نہ بُرے کام نہ چھوڑتا تھا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ کو عذاب دے رہا ہے۔ (متفق علیہ) بخاری مسلم

میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مصیبت سے بچائے آمین اگر دوسروں کو نیک کاموں کی نصیحت کریں۔ تو خود بھی نیک کام کریں۔ اور اگر دوسروں کو برائی سے روکیں تو خود بھی رک جائیں۔ اگر ہم اس کے خلاف کریں گے۔ یعنی دوسروں کو تو نیکی کی ترغیب دلائیں۔ اور خود وہ کام نہ کریں۔ اور دوسروں کو بُرائی سے روکیں۔ اور خود نہ رُکیں۔ تو قیامت کے دن ہمارا بھی یہی حشر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچائے اور خود بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین اللہ تعالیٰ ہمارے علماء کرام کو بھی اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ صرف دین کی اشاعت کے لئے خدام الدین کو شائع کرنے کی توفیق دی ہے۔ یہ خدام الدین لندن۔ انڈونیشیا۔ رنگون۔ مدینہ منورہ۔ مکہ معظمہ وغیرہ بھی جاتا ہے۔ لوگ رسالے اخبار وغیرہ ذریعہ معاش کے لئے نکالتے ہیں۔ لیکن اس رسالہ کی کمائی میرے اور میری اولاد کے لئے بالکل حرام ہے۔ اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے یہ رسالہ چھپتا ہے اور اُس کے فضل سے اس کی تعداد چار سو سے ۱۰۵۰۰ تک پہنچ گئی ہے۔ اسی رسالہ کو پڑھ کر کئی مردوں اور عورتوں کی اصلاح ہو گئی ہے۔

دین کی پابندی میں جتنا مرد کا حق ہے۔ اتنا ہی عورت کا ہے۔ جس طرح مرد اللہ کی یاد کرتا ہے۔ اسی طرح عورتیں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد کرتی ہیں۔ میرا یقین ہے۔ کہ اگر عورتوں کو صحیح تعلیم دی جائے۔ تو وہ مردوں سے بھی آگے نکل جاتی ہیں۔ میرا کام آپ کو راہ راست پر لانا ہے۔ اسی واسطے ہر جمعرات کو کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور جنت میں پہنچائے اور دوزخ سے بچائے آمین

جو حدیث میں نے آج سنائی۔ اُس پر بھی اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اگر دوسروں کو نیک کاموں کے لئے کہیں تو خود بھی نیک کام کریں۔ اور اگر دوسروں کو بُرائی سے روکیں تو خود بھی رک جائیں آمین!)

خُطبَۃ یَومُ الجُمعَۃ ۲ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۶ جون ۱۹۶۱ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مد ظلہ العالی دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفیٰ وَسَلَامٌ عَلیٰ عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفیٰ اَمَّا بَعدُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ہوئی ہے

اس کا ثبوت

(وَاِذ یَرفَعُ اِبرٰہِیمُ القَوَاعِدَ مِنَ البَیتِ وَاِسمٰعِیلُ رَبَّنَا تَقَبَّل مِنَّا اِنَّکَ اَنتَ السَّمِیعُ العَلِیمُ ○ رَبَّنَا وَاجعَلنَا مُسلِمَینِ لَکَ وَمِن ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُب عَلَینَا اِنَّکَ اَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِیمُ ○ رَبَّنَا وَابعَث فِیھِم رَسُولًا مِّنھُم یَتلُوا عَلَیھِم اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الکِتٰبَ وَالحِکمَۃَ وَیُزَکِّیھِم اِنَّکَ اَنتَ العَزِیزُ الحَکِیمُ ○)

(سورۃ البقرۃ رکوع ۱۵ پارہ ۱)

ترجمہ۔ اور جب ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (فرما رہے تھے۔ اے ہمارے رب ہم سے قبول کر بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنا فرمانبردار بنادے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہمیں ہمارے حج کے طریقے بتادے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔ اے ہمارے رب اور ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں کتاب اور دانائی سکھائے۔ اور انہیں پاک کرے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے

گزشتہ آیات کو غور سے پڑھیے

آیا ان آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ثابت ہوتا ہے۔ یا نہیں یقیناً ثابت ہوتا ہے۔ اور کوئی پیغمبر اس دعا کا مصداق بن ہی نہیں سکتا

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض جو سابقہ آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں

(۱) اور ان میں ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے

(۲) اور انہیں کتاب اور دانائی سکھائے

(۳) اور انہیں پاک کرے۔

تین قسم کے حضرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے تین قسم کے حضرات نے آپ کی تینوں ذمہ داریاں اپنے ذمہ لی ہوئی ہیں۔

سنئے

پہلی ذمہ داری۔ قرآن شریف کی آیتوں کو محفوظ رکھنا۔ اور خلق خدا تک پہنچانا۔ یہ ذمہ داری قرآن مجید کے حفاظ کرام نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

ہر رمضان شریف

میں حفاظ کرام ہی کی برکت سے مسلمان سارے قرآن شریف کو سر وقد ہو کر تراویح میں سن لیتے ہیں۔

علاوہ

قرآن شریف کے کوئی آسمانی کتاب حفاظ کرام کے ذریعہ سے کوئی امت نہیں سن پاتی

کیا

کوئی انجیل کا حافظ آپ نے دیکھا۔ اور کیا کوئی توراۃ کا حافظ آپ نے دیکھا

الحمد للہ ثم الحمد للہ

کہ تمام ممالک اسلامیہ کے حفاظ قرآن مجید کی اگر گنتی جمع کی جائے تو یقیناً ہزار ہا تک ہوگی

اس کا ایک باعث

یہ ہے کہ ہر رمضان شریف میں سارے شہر کے لوگوں کو ہر مسجد میں تراویح پڑھانے والا حافظ چاہیئے۔

اور دوسرا بڑا سبب یہ بھی ہے

کہ شریعت اسلامیہ میں ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن حافظ قرآن کے ماں باپ کو تاج پہنائیگا۔ اور وہ

تاج

جو اللہ تعالیٰ حافظ کے ماں باپ کو پہنائیگا وہ خدا تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ کہ کس قیمت کے موتیوں سے مرصّع ہوگا۔

اور حافظ قرآن مجید کو

یہ اجر ملے گا۔ اللہ تعالےٰ اسے فرمائے گا۔ کہ ایک ایک آیت پڑھتا جا۔ اور ایک ایک مرتبہ چڑھتا جا۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ذمہ داری کے حامل

علماء کرام

ہیں۔ اور وہ آپ کی ذمہ داری۔

وَیُعَلِّمُھُمُ الکِتٰبَ وَالحِکمَۃَ

ترجمہ اور انہیں کتاب اور دانائی سکھائے

یہ ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت علمائے کرام ہی نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

آج مسلمانوں میں ـ قرآن مجید کے معانی

اور مطالب کی اشاعت سوائے علماء کرام کے اور کون کر رہا ہے۔

مسلمانوں میں سوائے علماء کرام کے اور کوئی طبقہ ہے۔ تو سامنے آئے۔ اسلام کی اشاعت و ترویج کا باعث فقط علماء کرام ہی تو ہیں۔

ان علماء کرام

کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کے درجہ جتنا ہے۔ آپ کا ارشاد سنئے۔

مشکوٰۃ شریف

کتاب العلم میں یہ روایت موجود ہے

ان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما و انما ورثوا العلم الحديث رواه احمد والترمذى وابوداؤد وابن ماجه والدارمى)

ترجمہ۔ اور تحقیق علماء وارث انبیاء علیہم السلام کے ہیں۔ اور تحقیق انبیاء علیہم السلام نے انہیں دینار اور درہم کا وارث نہیں بنایا اور سوائے اس کے نہیں کہ علم کا (جو ان کے ہاں تھا) وارث بنایا ہے

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا کام یہ تھا

انہیں پاک کرے۔ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام کے بعد

صوفیائے کرام

کر رہے ہیں۔ جو ان مبارک ہستیوں کی صحبت میں آیا۔ اور ان سے بیعت کی۔ اسے اپنی بداعمالیوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ مشاہدہ پر مبنی ہے۔ میں نے ایسی بابرکت ہستیوں کی صحبت میں یہ رنگ چڑھتے دیکھا ہے۔ اور پھر جوں جوں صحبت لمبی ہوتی گئی۔ زیادہ تیز رنگ ہو گیا۔

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی صحبت میں یہ مبارک رنگ بے ساختہ رنگ چڑھ جاتا تھا۔ ویسے آج کل یہ رنگ چڑھتے دیکھا ہے۔ کہ بے نمازی ان کی صحبت میں پنجوقت کے نمازی ہوگئے۔ اور چور نیک ہوگئے۔ اور ڈاکوؤں کو دیکھا۔ کہ باخدا ہوگئے وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

میں اپنے حضرات علماء کرام کی خدمت میں صوفیائے کرام کی صحبت کی ضرورت محسوس کرانے کے لئے دوستانہ عرض کرتا ہوں

کہ آپ حضرات خواہ علماء کرام کی صحبت میں رہ کر صدرا شمس بازغہ۔ شرح چغمینی جیسی اعلیٰ کتابیں رٹ لیں۔ اور ادھر ملا حسن۔ حمد اللہ۔ قاضی مبارک جیسی کتابیں یاد کریں اور بیٹھکر پڑھائیں۔ لیکن صوفیائے کرام کی صحبت سے فیض نہیں اٹھایا۔ تو آپ جیسے سو میں سے سو حضرات کو چیز کے حرام یا حلال ہونے کی تمیز پیدا نہیں ہوگی۔

یہ ٹھیک ہے

کہ آپ اس تمیز کے مکلف تو نہیں ہیں۔ مگر حرام چیز کا خاصہ لازمہ ہے۔ کہ طبیعت کو مکدر کر دے اور طبیعت کو اس چیز کے کھانے کے باعث وساوس شیطانی کا نماز میں غلبہ رہے گا نماز میں رکوع اور سجود تو کرتے رہیں گے۔ لیکن رجوع الی اللہ نہیں ہوگا۔

اور حلال چیز کے استعمال سے

رجوع الی اللہ اور خضوع و خشوع کے خیالات پیدا ہوں گے۔ اور نماز میں غیر متعلقہ خیالات آ آکر نماز کو خراب نہیں کریں گے۔

اس کے علاوہ

اور بہت سی چیزیں ہیں۔ جو تطویل کے باعث عرض نہیں کرسکتا اور نہ وہ چیزیں آپ کی خدمت میں عرض کرنے کے قابل ہیں۔

کیونکہ

آپ علماء کرام ان چیزوں کے سمجھنے کے اہل ہیں اور ماشاء اللہ آپ کے سمجھ لینے کے باعث عوام الناس کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

وما علینا الا البلاغ

تزکیہ وھبًا حاصل ہوتا تھا

جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں کتاب وسنۃ کے معانی و مطالب سمجھنے کے لئے قواعد عربیہ مثلاً صرف و نحو کے قواعد سیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی زبان ہی مادری فصیح عربی تھی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تزکیہ وھبًا ہو جاتا تھا۔ انہیں لطائف ستہ وغیرہ اشتغال کے کمانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ جن کا نام حنظلہ تھا۔ وہ ایک دن شور مچاتے ہوئے گھر سے آرہے تھے۔ اور یہ لفظ بلند آواز سے کہ رہے تھے۔ نافق حنظلہ۔ نافق حنظلہ۔ آگے حضرت ابوبکر صدیق راستہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اور وہ جانتے تھے۔ کہ حنظلہ آدمی بڑا نیک ہے انہوں نے فرمایا۔ کہ ہماری تو بھی یہی حالت ہے۔ کہ آپ کے حضور میں بہشت اور دوزخ کانارائی عینٍ۔ ترجمہ گویا کہ بہشت اور دوزخ آنکھوں کے سامنے نظر آرہے ہوتے ہیں۔ اور جب آپ کی صحبت سے دور ہو جاتے ہیں۔ تو وہ حالت نہیں رہتی پھر دونوں حضرات آپ کے حضور میں گئے۔ چنانچہ آپ نے اس قسم کے الفاظ فرمائے کہ کوئی حالت کیسی۔ کوئی حالت کیسی۔ گویا کہ آپ نے اس اعتراض کو مان لیا۔ کہ واقعی کوئی حالت کیسی کوئی حالت........ کیسی ہوتی ہے یعنی آپ کے حضور میں اور آپ سے پس پشت حالت یکساں نہیں ہوسکتی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ پہلے جو چیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں وھبًا حاصل ہوتی تھی۔ اب اسے کسبًا حاصل کرنا پڑتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ

مناقب اہل بیت

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی ماں سے کہا۔ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز جاکر پڑھوں۔ اور حضورؐ سے درخواست کروں۔ کہ وہ میرے اور تمہارے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مغرب کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی پھر نوافل پڑھے۔ اور اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ نے میرے قدموں کی آواز سن کر پوچھا۔ کون ہے۔ کیا تو حذیفہؓ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں آپ نے فرمایا۔ کیوں کیا کام ہے۔ خدا تجھ کو اور تیری ماں کو بخشے۔ دیکھ۔ یہ ایک فرشتہ ہے۔ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا اس فرشتے نے اپنے پروردگار سے میرے پاس حاضر ہونے اور سلام کرنے کی اجازت چاہی تھی۔ چنانچہ اس کو اجازت مل گئی۔ اس فرشتے نے مجھ کو یہ بشارت دی ہے۔ کہ فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اور حسنؓ و حسینؓ نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں

دیتی ہے اب بھی ہم کو شہادت حسین کی
آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن اطاعت فاسقوں کی ہرگز نہ کر قبول

جناب مولانا سعید الرحمان صاحب مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام (لائلپور)

قبولیت دُعا

اشاعت سابقہ میں مضمون ھذا کا ایک حصہ شائع کیا گیا تھا جس میں کتابت کی غلطیاں رہ گئی تھیں۔ اب اسے دوبارہ مکمل شائع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ بے ربط نہ ہو (ادارہ)

کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کو ہر قسم کے صلاح و فلاح کی ضرورت نہ ہو اسی لئے اللہ ربُّ العزّت نے دارین کے صلاح و فلاح کے واسطے کثیر اسباب موضوع فرما دیئے کہ اہلِ حاجت ان سے مدد لیں اور مہلکات سے نجات حاصل کریں۔ ان اسباب میں سے بجز دعا کے جتنے اسباب ہیں ان کے مسببات خاص خاص امور ہیں۔ لیکن دُعا صرف ایک ایسی چیز ہے کہ فلاحِ دین و دُنیا دونوں کے لئے رکھی گئی ہے چنانچہ قرآنِ پاک اور احادیثِ مقدسہ میں اِس کی ترغیب و فضیلت و تاکید جا بجا وارد ہُوئی ہے۔ احادیث میں تو بیسیوں جگہ دُعا کے مراتب و فضائل ارشاد ہیں۔

فراخی ہو یا تنگدستی، خوشی ہو یا غمی ہر حال میں اپنے رب سے دُعا اور طلب کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیئے۔ یعنی جس چیز کی ضرورت ہو خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا دین کا اور خواہ اِس میں اپنی بھی کوشش کرنا پڑے، خواہ اپنی کوشش اور قابو سے باہر ہو سب خدا تعالیٰ سے مانگنی چاہیئے لیکن اتنا خیال ضروری ہے کہ وہ گناہ کی بات نہ ہو۔ اس میں سب باتیں آگئیں جیسے کوئی کھیتی یا سوداگری کرنا ہے تو محنت اور سامان بھی کرنا چاہیئے۔ مگر خدا تعالیٰ سے دُعا بھی مانگنا چاہیئے۔ کہ اے اللہ اس میں برکت فرما اور نقصان سے بچا۔ یا کوئی دُشمن ستاوے خواہ وہ دُنیا کا دُشمن ہو یا دین کا دُشمن ہو اِس سے بچنے کی تدبیر بھی کرنا چاہیئے۔ خواہ وُہ تدبیر اپنے قابو کی ہو خواہ حاکم سے مدد لینا پڑے۔ مگر اِس تدبیر کے ساتھ خدا تعالیٰ سے بھی دُعا مانگنا چاہیئے کہ اے اللہ اِس دُشمن کو زیر کر دے۔ یا مثلاً کوئی بیمار ہو تو دوا دارو بھی کرنا چاہیئے۔ مگر خدا تعالیٰ سے دُعا بھی کرنا چاہیئے کہ اے اللہ اس بیماری کو کھو دے یا اپنے پاس مال ہے اِس کی حفاظت کا سامان بھی کرنا چاہیئے۔ جیسے مضبوط مکان مضبوط قفل لگا کر رکھنا یا گھر والوں یا نوکروں کے ذریعہ سے اُس کا پہرہ دینا۔ دیکھ بھال رکھنا مگر اس کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ سے دُعا بھی مانگنا چاہیئے کہ اے اللہ اس کو چور اور ڈاکوؤں سے محفوظ فرما۔ یا کسی نے مقدّمہ کر رکھا ہے تو اس کی پیروی کرنا چاہیئے۔ وکیل اور گواہوں کا انتظام بھی کرنا چاہیئے، مگر ساتھ ساتھ دُعا بھی کرنا چاہیئے کہ یا اللہ اِس میں مجھ کو فتح نصیب فرما اور ظالم کے شر سے بچا۔ یا علمِ دین حاصل کرنا شروع کیا ہے تو اس میں جی لگا کر محنت کرنی چاہیئے اور ساتھ ساتھ دُعا بھی کرے۔ اے اللہ اس کو آسان کر دے اور میرے ذہن میں جما دے۔ یا نماز روزہ شروع کیا یا کسی بزرگ کا بتلایا ہُوا وظیفہ شروع کیا ہے یا اور عبادتوں میں لگا ہے تو سُستی اور نفس کا مقابلہ کر کے ہمّت سے جہاں اِس کو نباھنا ہے اس کے ساتھ دُعا بھی کرتا رہے۔ اے اللہ میری مدد فرما کہ ہمیشہ اس پر مداومت کر سکوں۔ غرض ہر کام اور ہر مصیبت میں جو اپنے کرنے کی تدبیر ہے وہ بھی کرے اور سب تدبیروں کے ساتھ ساتھ اللہ ربُّ العزّت سے خوُب عاجزی اور توجّہ کے ساتھ عرض بھی کرتا رہے اور جس کام میں تدبیر کا کچھ دخل نہیں اِس میں تمام کوشش دُعا میں ہی خرچ کرنا ضروری ہے۔ جیسے بارش کا ہونا۔ اولاد کا زندہ رہنا، نفس و شیطان سے حفاظت بیماری سے شفا ظالموں سے بچاؤ۔ اِن کاموں کا بنانے والا تو سوائے اللہ ربُّ العزّت کے کوئی برائے نام بھی نہیں۔ اس لئے بے تدبیر کاموں میں وہ حصّہ تدبیر کا بھی دُعا میں خرچ کرنا چاہیئے غرض تدبیر کی جگھوں میں تو دُعا کے ساتھ ساتھ تدبیر بھی ہے۔ مگر بے تدبیر کاموں میں تدبیر کی جگہ بھی دُعا رہی ہے ؎

جو کام نہ دولت سے نہ زر سے نکلے
جو کام نہ اِمداد و ہُنر سے نکلے
جس کام کے کرنے سے ہو قوّت عاجز
وُہ کام دُعاؤں کے اثر سے نکلے

دُعا کے معنی

عربی زبان میں دُعا کا لفظ ندا اور پکار کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے۔ كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً یعنی اُن کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسی چیز کو پکارے جو سوائے پکارنے اور چلّانے کے اور کچھ نہ سُنے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (یعنی رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے بُلانے اور پکارنے کو اپنے درمیان ایک دوسرے کے پکارنے اور بلانے کو نہ سمجھو۔ معلوم ہُوا کہ دُعا کے معنی پکارنا اور ندا کے ہیں۔ اگرچہ بعض مقامات پر دعا کے معنی عبادت کے بھی آئے ہیں۔ قرآنِ پاک میں یہ بھی بہت جگہ وارد ہوا ہے۔ جیسے ارشاد ہے إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا الخ (ترجمہ) وہ اس کے سوا نہیں عبادت کرتے مگر مونث مخلوق کی وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ (ترجمہ) وُہ ان سے غائب ہو گیا۔ جس کی وہ پہلے عبادت کرتے رہے ہیں۔ دُعا کے معنی فریاد کرنے کے بھی آتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ اور (اے نبی) جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں تو اُن کو سمجھا دو کہ میں ان کے قریب ہوں۔ دُعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ جب وہ مجھ کو پکارتا ہے تو پس چاہیئے کہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وُہ ہدایت پائیں۔ اس سے معلوم ہُوا کہ اُدھر سے تو تیار بیٹھیں ہیں اگر مانگنے والا طریقہ اور سلیقہ اور پوری کامل اکمل توجہ کے ساتھ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر عجز انکسار سے مانگے۔ جس طرح مریض اور بیمار کو دوائی اور علاج کے ساتھ پرہیز کی بھی ضرورت ہے۔ نیز اس طریقہ سے دوائی کھائے جس طرح پر حکیم نے بتلایا ہو اور

ان اشیاء سے پرہیز کرے جن سے پرہیز بتلایا تو تبھی شفایاب ہو سکتا ہے اسی طرح اس روحانی علاج کا بھی یہی حال ہے کہ دُعائیں اسی وقت قبول ہوں گی جس وقت کہ ان تمام چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔ جن سے شارع نے منع کیا ہے اور ان شرائط کو اپنے میں جمع کرے جو کہ دُعا کے لئے ضروری ہیں۔ پھر دیکھئے کہ دُعا قبُول ہوتی ہے کہ نہیں۔ ویسے بھی دُعا انسانی فطرت کا تقاضا ہے خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو۔ خواہ اپنے رب سے کتنا ہی دُور کیوں نہ ہو گیا ہو۔ خواہ شرک و کفر کی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں کیوں نہ ہو۔ لیکن جب وہ کسی مشکل میں ...... گھر جائے، اور تمام سہارے ایک ایک کرکے اس سے کٹ جائیں۔ تو بے ساختہ اُس کی زبان سے یا ربّ نکل ہی جاتا ہے اور ہاتھ ضرور اُس کی درگاہ میں اُٹھ ہی جاتے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے ربّ سے نہایت ہی عجز سے دُعا کرتا ہے اور اللہ اس اضطراری دُعا کو قبول بھی فرما لیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ محمد ابن محمد ابن محمد جزری رحمۃ اللہ صاحبِ حِصنِ حَصین ارشاد فرماتے ہیں کہ دُعا سے نا اُمید نہ ہو۔ دُعا سے مُنہ نہ موڑ، دُعا ضرور قبُول ہوتی ہے۔ وَلَوْ كَانَ فَاسِقًا اگرچہ فاسق ہی کیوں نہ ہو وَلَوْ كَانَ كَافِرًا۔ اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو دُعا ضرور قبُول ہوتی ہے۔ دیکھئے شیطان لعین جب اللہ کے دربار سے دھکیلا گیا تو وہیں نکلتے وقت جاتے جاتے دعا کر گیا وہ جانتا تھا کہ اگرچہ میں آدم کو سجدہ نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کر کے کافر اور لعین ہو چکا ہوں۔ لیکن میری دُعا ضرور قبول ہوگی۔ دُعا کرتا جاؤں چنانچہ اس کی دعا قبول ہُوئی۔ اس نے دعا کی تھی قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ کہ اے میرے ربّ مجھ کو قیامت کے دن تک مہلت (زندگی) دے تاکہ ان تیرے بندوں کو اچھی طرح گمراہ کر دوں۔ ارشاد ہُوا فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ کہ جا تجھ کو مہلت (ڈھیل) دے دی۔ اسی وقت کے دن تک جو معلوم ہے یعنی نفخ اول کے قریب تک اس کے بعد نہیں۔ سوچنے اور غور کا مقام ہے کہ شیطان کی دعا قبُول ہو گئی۔ دیکھئے جب ترک قوم مسلمان نہیں ہُوئی تھی اس وقت کے مسلمانوں نے جو کہ حکمران تھے ان پر بہت ظلم ڈھلئے ان کو بہت تنگ کیا گیا اور خود مسلمانوں نے اسلام کا جنازہ پڑھ دیا تھا، کہ اسلام اب دُنیا سے رُخصت ہو چکا ہے پھر کیا ہُوا تواریخ بھری پڑی ہیں کہ ترکوں کے بڑے نے پہاڑ پر چڑھ کر ایک ٹانگ کے سہارے تین دن تین رات کھڑے ہو کر یہ دُعا کی تھی کہ ہم نے سُنا ہے کہ تو خُدا ہے اور تو مظلوم کی فریاد کو سُنتا ہے اور مظلوم کی امداد کرتا ہے ہم بہت تنگ ہیں۔ تیرے ماننے والوں اور مسلمان کہلانے والوں نے ہم پر بہت ظلم ڈھائے ہیں تُو ہماری نصرت فرما ہم کمزور ہیں اور وُہ طاقتور ہیں۔ میرے مسلمان بھائی دیکھا کیا ہُوا تھا۔ تیسری رات غیب سے اُس کو آواز آئی کہ تُو لڑ ہم تیری مدد کریں گے۔ پھر جو جنگ ہُوئی تو لاکھوں مسلمان قتل ہوئے، ہزاروں کو غلام بنایا گیا پھر بادشاہ کے بھرے دربار میں حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (اپنے وقت کے پائے کے عالم تھے) نے اسلام کی حقانیت پر کچھ گھنٹے تقریر کی جس پر بادشاہ رونے لگا اور سارے اہلِ دربار رونے لگے اور بادشاہ مسلمان ہو گیا۔ پھر کُل ترک مسلمان ہو گئے۔ پھر سینکڑوں برس ان سے اللہ ربُّ العزت نے حرمین شریفین کی خدمت لی۔ اللہ ربُّ العزت کی کسی سے رشتہ داری نہیں اس کے دربار میں جو بھی کوئی آئے گا وہ اُس کو اپنا بنا لیں گے خواہ کافر ہو یا مشرک اگرچہ بُت پرست ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ترک بادشاہ جس کی دُعا قبُول ہُوئی کافر ہی تو تھا۔ دیکھا نظارہ کہ جب اپنے بیگانے بن گئے تو پرایوں کی مدد کر کے اُن کو مغلوب کر دیا۔ اسی کو ڈاکٹر اقبال مرحوم فرماتے ہیں ؎

ہے عیاں صاف یہ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اگر مسلمان دُعا کرے گا تو کیوں نہ قبُول ہوگی مگر ہاں اس کے شرائط ضروری ہیں دُعا کرنے والے کا دل حضورِ قلب اور سوز و یقین سے معمور ہو۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ الخ

پکارو اس اللہ کو خالص اُس کے فرمانبردار بَن کر۔

ارشاد نبویؐ ملاحظہ ہو۔

اُدْعُوا اللّٰهَ وَ اَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ (ترمذی)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے اس کو پکارو۔ اور یہ بات اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل اور بے پرواہ دل سے دُعا قبُول نہیں فرماتا۔

ارشاد ربّانی ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔

(ترجمہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ:- پکارو اپنے ربّ کو گڑگڑا کر اور چُپکے چُپکے۔

یعنی جب عالم "خلق و امر" کا مالک اور تمام برکات کا منبع وُہی ذات پاک ہے تو اپنی دنیوی و اُخروی حوائج میں اُسی کو پکارنا چاہیئے۔ الحاح و اخلاص اور خشوع کے ساتھ بدون ریا کاری کے آہستہ آہستہ اِس سے معلوم ہُوا کہ دعا میں اصل اخفا ہے اور یہی سلف کا معمول تھا۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

ترجمہ- اس کو خوش نہیں آتے حد سے بڑھنے والے۔

یعنی دُعا میں حدِ ادب سے نہ بڑھے مثلاً جو چیزیں عادتاً یا شرعاً محال ہیں وہ مانگنے لگے۔ یا معاصی اور لغو چیزوں کی طلب کرے۔ یا ایسا سوال کرے جو اس کی شان و حیثیت کے مناسب نہیں یہ سب اعتداء فی الدعاء میں داخل ہے۔

دُعا کے وقت تضرع اور خشوع اور عاجزی و انکساری انسان کی ہر ہر حرکت اور ادار سے نمایاں ہو اس کا دل اپنے ربّ کی عظمت و جلال سے پوری طرح بھر پُور ہو۔ اللہ کے فضل و کرم کی توقع اور اس کے عذاب کے اندیشے سے ملے جُلے جذبات دل میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا کئے ہوئے ہوں۔

سُورت انبیاء میں سیدنا حضرت ابراہیمؑ حضرت لوطؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ۔ حضرت ایوبؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ادریسؑ۔ حضرت ذالکفلؑ۔ حضرت یونسؑ حضرت ذکریاؑ۔ حضرت یحییٰ علیہم السلام کی

خصائل حمیدہ اور ان کے کردار و محاسن کے بیان اور اُن کی دُعاؤں کی قبولیت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

اِنَّهُمْ كَانُوا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

ترجمہ:- وہ لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پکارتے تھے ہم کو توقع سے اور ڈر سے اور تھے ہمارے آگے عاجز۔

معلوم ہوا کہ دُعا میں توقع اور خشیت دونوں شرط ہیں۔ نیز عجز اور خشوع و انکساری دُعا کی بنیادیں ہیں۔ اپنے نیک بندوں کی تعریف میں جا بجا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے مجھ سے دُعا کرتے ہیں۔ امید و بیم کے درمیان درمیان رہ کر۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور فضل و کرم ہی کا تصور ہو تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ سراپا امید بن کر گناہوں پر دلیر نہ ہو جائے۔ اور اگر عذاب ہی کا نقشہ پیشِ نظر رہے تو مایوسی اور قوتِ عمل سے تعطل کا اندیشہ ہے۔ دُعا میں اخفاء سے کام لیا جائے یعنی چپ چپاتے آہستگی سے اپنے رب کے حضور میں سرگوشی و التجا کی جائے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ سِری اور جہری دُعا میں ستر گنا فرق ہے۔ دوسرے سِرّی طریقے سے دُعا کرنا ایمان اور یقین کی پختگی کو بتلاتا ہے۔ کیونکہ مانگنے والا یہ یقین رکھتا ہے کہ میرا ربّ میری سِرّی طور پر دُعاؤں اور سرگوشیوں کو سُنتا ہے۔ ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس طرح دُنیا کے بادشاہوں اور بڑے لوگوں کے سامنے ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنا خلافِ اَدب سمجھا جاتا ہے۔ پھر اللہ ربّ العزت کا دربار اس سے کہیں زیادہ اَدب کے لائق ہے کہ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے یہ صُورت خشوع و خضوع اور گریہ زاری کے لحاظ سے بھی زیادہ موزوں ہے۔ کیونکہ ایسے موقع پہ دُعا کرنے والے کا حال اس عاجز و مسکین کا سا ہوتا ہے جس کا دل ٹوٹ چکا ہو۔ اعضا ڈھیلے پڑ چکے ہوں آواز پست ہو گئی ہو۔ یہاں تک کہ حالت اس حد تک پہنچ گئی ہو کہ زبان میں گویائی کی طاقت بھی نہ رہی ہو۔ اب حالت یہ ہے کہ دل آہ و زاری کے ساتھ ساتھ دعا و مناجات میں مشغول ہے اور زبان اِنتہائی عجز کی وجہ سے خاموش ہے۔ یہ رِقت انگیز منظر بلند آواز سے حاصل نہیں ہوتا پُوری یکسوئی و دلجمعی کے ساتھ ساتھ اپنے ربّ سے راز و نیاز کا موقعہ پاتا ہے۔ نیز پست آواز سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے قریب سے قریب ربّ سے سرگوشی کر رہا ہوں جو کہ اِنتہائی درجہ کی رحمت کو کھینچنے والی چیز ہے۔ اِسی لئے ربّ العزّت نے حضرت زکریا علیہ السّلام کی سِرّی دُعا کی مدح فرمائی۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۝

ترجمہ:- اور جب میرے بندے مجھ سے میری بابت سوال کریں تو ان سے کہہ دے کہ میں تو ان کے بہت قریب ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کو سُنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔ جبکہ وہ مجھ کو (اخلاص سے) پکارے۔

ہاں جن اللہ کے بندوں کی کیفیات اور روحانی احوال راسخ ہو جائیں اور ان کو اپنے پر کسی قِسم کی ریا دکھلاوے کا اندیشہ نہ ہو اُن کے لئے عوام کے اتباع اور پیروی کے لئے اس حالت کے ظاہر کرنے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ دُعا کرتے کرتے تھک گیا ہوں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ تم میں کسی کی دُعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لے کہ دُعا کرنے والا یوں نہ کہے کہ دُعا کرتا کرتا تھک گیا۔ مگر قبول ہی نہیں ہوتی۔ عجز و انکساری کے ساتھ ہر طرف سے مایوس ہو کر دُعا کرے، انشاء اللہ اُسی وقت قبول ہوگی۔ ع

کہی ذروں سے لیکن کہکشاں تک بات جا پہنچی

ہزاروں واقعات سے سیرت و تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ جب دربار خداوندی میں عجز سے عرض کیا فوری طور پر قبولیت ہوئی ہارون رشید کے زمانہ میں کچھ قزاق فساق لوگ رہزنی چوری ڈکیتی اور بدامنی پھیلانے لگے۔ جن کی تعداد چالیس۴۰ تھی سارا ملک ان کی حرکات سے دہشت و خوفزدہ تھا۔ بادشاہ نے ان کو اشتہاری ملزم قرار دیتے ہوئے ان کو پکڑنے والوں کے لئے بڑے بڑے انعامات کا اعلان کیا۔ مگر وہ کسی طرح ہاتھ نہ آتے تھے۔ کچھ مدت پولیس اور عوام کی سرگرم کوششوں سے وہ چالیس کے چالیس ڈاکو گرفتار کر لئے گئے رمضان المبارک کے مہینہ میں وہ گرفتار کر لئے گئے اور اُن کو جیل میں بند کر دیا گیا۔ عید سے دو تین روز قبل وہ جیل کا آہنی دروازہ توڑ کر بھاگ گئے۔ بادشاہ کو جب علم ہُوا تو اُن کی فوری تلاش اور گرفتاری کا حکم دیا گیا کہ اگر پولیس ان کو پکڑ نہ سکی تو پولیس والوں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔ پولیس نے انتھک کوشش شروع کی تو چالیس میں سے اُنتالیس۳۹ ڈاکو ہاتھ لگ گئے، ایک نہ مل سکا۔ پولیس نے اس کی بہت تلاش کی مگر نہ مل سکا۔ ایک بڑے میاں بہت نیک آدمی کافی بڑی عمر سفید ریش اپنے گاؤں سے بچوں کی عید کے لئے سودا سلف لانے کے لئے بغداد آ رہے تھے۔ پولیس والوں نے ان کو ہی ڈاکو بنا کر چالیس پورے کر دیئے۔ اُس اللہ کے نیک بندے نے ہر چند کہا کہ میں ہرگز ڈاکو اور چور نہیں ہوں۔ میں نے عمر بھر کبھی چوری نہیں کی۔ میرے باپ نے بھی یہ کام نہیں کیا۔ مگر زبردستی ان کو بھی ان کے ساتھ ہی جیل ٹھونس کر بادشاہ کو اطلاع دے دی کہ چالیس۴۰ کے چالیس پکڑ لئے گئے ہیں۔ عید سے ایک دن قبل ان انتالیس ڈاکوؤں نے بادشاہ کی خدمت میں درخواست دی کہ ہماری حاضر ضمانتیں لے لی جائیں تا کہ ہم عید اپنے گھروں پر کر سکیں۔ بادشاہ نے منظوری دے دی۔ ان انتالیس کے انتالیس کی ضمانتیں ان کے رشتہ داروں نے دے دیں، اور وہ جیل سے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ یہ مسافر مظلوم ومقہور بڑے میاں جو بیچارے اپنے بچوں کے لئے عید کا سامان لینے گاؤں سے شہر آ رہے تھے اور بے قصور ہی جیل میں پڑے ہوئے تھے۔ اکیلے جیل میں رہ گئے گھر میں بچے انتظار کر رہے ہیں۔ کہ ابا جی نہیں آئے۔ گھر والوں کو کوئی اطلاع ہی نہیں۔ رات کا وقت ہے جیل کے تمام قیدی ضمانتوں پر عید منانے اپنے اپنے گھروں پر جا چکے ہیں۔ اندھیری اور سلاخوں والی کوٹھڑی میں بے قصور بوڑھے میاں آہنی زنجیروں میں جکڑے پڑے ہیں۔ اُٹھے اُٹھ کر تیمم کیا اور اندھیرے میں کپڑا بچھا کر نماز کی نیت باندھ دی۔ سجدے میں جا کر رو رہے ہیں اور دُعا

کر رہے ہیں ؎

اے خدا سنتا ہے دل کی بات تو
مدعا دیتا ہے ہاتھوں ہاتھ تو
سختیوں میں تجھ سے امید نجات ہے
درد و دکھ سنتا ہے سب دن رات تو

اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی چوری نہیں کی۔ اے اللہ صبح کو عید ہے۔ بچے کئی روز سے پریشان ہوں گے میں بےقصور تھا مجھ کو زبردستی پولیس نے جیل ٹھونس دیا۔ اے اللہ سب کی ضمانتیں ہو گئی ہیں میں مسافر ہوں مجھے کوئی نہیں جانتا تو میری نصرت فرما۔ اِدھر سارا شہر محوِ خواب ہے بادشاہ اپنے محل میں پہروں کے اندر محوِ خواب ہے کہ جہاں چڑیا بھی پھڑک نہیں سکتی۔ یکایک کمرے کے اندر روشنی ہو گئی جس سے سارا کمرہ روشن ہو گیا اور آواز آئی کہ ہارون رشید ہر شخص نے اپنے قرابت والے کی ضمانت دے دی اور قید سے چھڑا لیا۔ اس غریب مسافر کی کسی نے ضمانت نہ دی۔ اے رشید اس کی ضمانت ہم دیتے ہیں تو اسے چھوڑ دے۔ ہارون رشید کانپ گئے، بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ فوراً داروغہ جیل کے گھر پہنچے وہ سو رہا تھا۔ اس کو جگایا اور جیل خانہ کا دروازہ کھول کر کوٹھڑیوں میں تلاش کرنا شروع کیا دیکھا کہ ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بڑے میاں سجدے میں پڑے دعا میں مشغول ہیں۔ جا کر ہارون نے اُن کے پاؤں پکڑ لئے کہ حضرت جی اللہ کے لئے تشریف لے چلئے آپ کی ضمانت تو آسمانوں سے آ گئی۔ دیکھا دعا کا اثر ؎

کبھی ذرّوں سے لیکن کہکشاں تک بات جا پہنچی
آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کیلئے
بادلو ہٹ جاؤ دیدو راہ جانے کیلئے

حدیث شریف میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں شام سے مال لا کر مدینہ منورہ میں بیچا کرتا تھا اور وہ قافلوں کے ساتھ نہیں جاتا تھا بلکہ توکلاً علی اللہ اکیلا ہی چل دیتا تھا۔ پس ایک دفعہ وہ شام سے بہت سا مال لے کر آ رہا تھا کہ راستہ میں اس کو چور نے آ لیا جو کہ گھوڑے پر سوار تھا اُس نے تاجر کو آواز دی کہ رُک جا۔ وہ رُک گیا۔ تاجر نے اس سے کہا کہ تجھ کو میرے مال سے غرض ہے میرا مال لے لے۔ چور نے کہا اَلْمَالُ مَالِی، وَ اِنَّمَا اُرِیْدُ نَفْسَكَ - (کہ مال تو میرا ہی ہے میں تو تیری جان لینا چاہتا ہوں) تاجر نے اُس سے کہا کہ مجھ کو مہلت دے تا کہ میں چار رکعت نماز ادا کر لوں۔ چور نے کہا کہ پڑھ لے۔ پس تاجر نے چار رکعت نماز ادا کی اُس کے بعد سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور کہا یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ یَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ یَا مُبْدِئُ ! یَا مُعِیْدُ یَا فَعَّالُ لِمَا یُرِیْدُ اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ مَلَأَ اَرْکَانَ عَرْشِكَ وَ اَسْئَلُكَ بِقُدْرَتِكَ الَّتِیْ قَدَرْتَ بِهَا عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِكَ وَ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْئٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ تین بار دعا کی اچانک دیکھا کہ ایک سوار سامنے سے آ رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ وغیرہ ہے۔ جب چور نے اس کو دیکھا تو تاجر کو چھوڑ کر اس کی طرف کو چلا۔ جب اس سے قریب ہُوا تو سوار نے چور کے نیزہ مارا۔ وُہ ہلاک ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا اور اس شہسوار نے تاجر سے کہا کہ میں تیسرے آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب تُو نے پہلی بار دعا کی تو ہم نے آسمان کے دروازوں سے آواز سُنی کھٹکھٹانے کی۔ ہم نے کہا کہ کوئی بڑا حادثہ رونما ہُوا ہے۔ جب تُو نے دوبارہ دُعا کی تو آسمانوں کے دروازے کھُل گئے۔ اور جب تُو نے تیسری بار دُعا کی تو یکایک جبرئیل علیہ السّلام اُترے اور آواز دی کہ کون جائے گا۔ اس مظلوم کی مدد کو پس میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ میرے سپُرد کرے کہ اس کو قتل کروں اور اس فرشتہ نے کہا کہ اے اللہ کے بندے جو کہ تیرے والی دعا کرے گا۔ اللہ ربّ العزت اس کو کشائش کریں گے اور اس سے ساری مشکلات کو دُور کر دیں گے۔ پھر وُہ تاجر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور آپؐ کو خبر دی۔ پس آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ربّ العزت نے تجھ کو اسماء حسنیٰ کی تلقین کی ہے کہ جو بھی کوئی ان کے ساتھ دُعا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دُعا کو قبول فرمائیں گے۔ اور جب اللہ سے اِس دُعا کے ساتھ سوال کیا جاوے گا تو عطا کیا جائے گا۔

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دُعا اس کا نام نہیں کہ زبانی دو چار باتیں یاد کر لیں اور نمازوں کے بعد اس کو صرف زبان سے صرف آموختہ کی طرح پڑھ دیا، سو یہ دُعا نہیں ہے، محض دعا کی نقل ہے۔ دُعا کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے دربار میں درخواست پیش کرنا ہے۔ سو جس طرح حاکم کے یہاں درخواست دیتے ہیں کم سے کم ...... دُعا اس طرح تو کرنی چاہیئے کہ درخواست، بندہ کی آنکھیں بھی اس طرف لگی ہوتی ہیں۔ دل بھی ہمہ تن اُدھر ہی ہوتا ہے۔ صورت بھی عاجزوں کی سی بناتے ہیں۔ اگر زبانی کچھ عرض کرنا ہوتا ہے تو کیسے ادب سے گفتگو کرتے ہیں اور اپنی مرضی منظور ہونے کے لئے پورا زور لگاتے ہیں۔ اور اسی کا یقین دلانے کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ ہم کو آپ سے پوری اُمید ہے کہ ہماری درخواست پر پوری توجہ فرمائی جائے گی۔ پھر بھی اگر مرضی کے موافق نہ ہوا اور حاکم عرضی دینے والے کے سامنے افسوس ظاہر کرے کہ تمہاری مرضی کے موافق تمہارا کام نہ ہوا تو یہ شخص فوراً یہ جواب دیتا ہے کہ حضور مجھ کو کوئی رنج یا شکایت نہیں ہے۔ اس معاملہ میں قانون ہی سے واقفیت نہ تھی۔ یا میری پیروی میں کمی رہ گئی تھی۔ حضور نے کچھ کمی نہیں فرمائی اور اگر اس حاجت کی آئندہ بھی ضرورت ہو تو کہتا ہے کہ مجھ کو نااُمیدی نہیں پھر عرض کرتا رہونگا اور اصل بات تو یہ ہے کہ مجھ کو حضور کی مہربانی کام ہونے سے زیادہ پیاری چیز ہے کام تو خاص وقت یا محدود درجہ کی چیز ہے۔ حضور کی مہربانی تو عمر بھر کی اور غیر محدود درجہ کی دولت اور نعمت ہے۔ تو اے مسلمانو! دل میں سوچو کیا تم دُعا مانگنے کے وقت اور دعا مانگنے کے بعد جب اس کا کوئی ظہور نہ ہو خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے ہو۔ سوچو۔ شرماؤ۔ جب یہ برتاؤ نہیں کرتے تو اپنی دعا کو دعا یعنی درخواست کس مُنہ سے کہتے ہو تو واقع میں کمی تمھاری ہی طرف سے ہے جس سے وہ دُعا درخواست نہ رہی اور اس طرف تو اتنی رعایت ہے کہ درخواست دینے کا وقت بھی معین نہیں فرمایا۔ وقت بے وقت جب چاہو عرض معروض کر لو۔ نمازوں کے بعد کا وقت بھی تم ہی نے ٹھہرا رکھا ہے البتہ وہ وقت دوسرے وقتوں سے زیادہ برکت کا ہے۔ سو اِس وقت زیادہ دعا کرو۔

جہاں اور چیزیں دعا کے لئے شرط ہیں وہاں اکلِ حلال کا بھی اس سے گہرا تعلق ہے

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔ بیشک اللہ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ

یَآ اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا۔

ترجمہ:- اے رسولو! طیب چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو اور ارشاد فرمایا اللہ ربّ العزت نے

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ۔

ترجمہ:- اے ایمان والو! جو ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے طیب چیزیں کھاؤ۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبے سفر میں ہو بال بکھرے ہوئے ہوں۔ بدن پر غبار لگا ہوا ہو۔ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر یارب یارب کہتا ہو اور اس کا کھانا حرام ہو اور پینا حرام ہو اور لباس حرام ہو اور اس کی غذا بھی حرام ہو تو ان چیزوں کے باوجود اس کی دعا قبول کیوں ہو۔ (مسلم شریف)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تک انسان سفر میں رہتا ہے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور اگر سفر کے ساتھ شکستہ حال بھی ہو تو اس کی دُعا قبولیت کے اور بھی اقرب ہوتی ہے۔ معلوم ہُوا کہ پہلی حدیث میں جس شخص کا ذکر ہوا ہے۔ باوجود ان سب چیزوں کے یعنی سفر اور خستہ حالی کے پھر دُعا کا قبول نہ ہونا محض اکلِ حلال کے نہ ہونے کی وجہ سے تھا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ دعا کی قبولیت کے ثمرات تین قسم کے بتلائے گئے ہیں

مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَدْعُوْا بِدَعْوَۃٍ لَیْسَ فِیْھَا اِثْمٌ وَلَا قَطِیْعَۃُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ بِھَا اِحْدٰی ثَلٰثٍ اِمَّا اَنْ یُّعَجِّلَ لَہٗ دَعْوَۃً وَ اِمَّا اَنْ یَّدَّخِرَلَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ وَ اِمَّا اَنْ یَّصْرِفَ عَنْہُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَھَا الخ

ترجمہ:- ارشاد فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں کی دعا، قبولیت کے لحاظ سے تین حال سے خالی نہیں ہے۔ بشرطیکہ دُعا میں کوئی ایسی چیز طلب نہ کی جائے جو گناہ یا قطع رحمی کی موجب ہو (۱) یا تو اللہ تعالیٰ دُنیا میں ہی اس کو وہ چیز عنایت فرما دیتا ہے جس کا بندہ آرزو مند ہوتا ہے۔ (۲) یا دُعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھ لیتا ہے۔ (۳) یا مطلوبہ بھلائی کے ہم پلّہ کسی برائی یا تکلیف کو اس سے دُور فرما دیتا ہے۔

فائدہ:- بعض دفعہ انسان کسی چیز کو بھلی جان کر اس کا طالب ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ در اصل اس کے لئے مضر ہوتی ہے۔ جیسے بعض دفعہ تو باپ اپنے بیٹے کو اس کی طلب پر پیسہ دے دیتا ہے۔ اور بعض دفعہ اس کو نہیں دیتا۔ جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ بچّہ اس کی خراب چیز خرید کر کھائے گا جس سے حکیم نے روکا ہے۔ اس وقت نہ دینا ہی شفقت ہے۔ اسی طرح اللہ ربّ العزّت بعض دفعہ جب دیکھتے ہیں کہ یہ چیز اس وقت اس کو دنیا اس کے لئے دنیوی یا دینی لحاظ سے خرابی کا باعث ہوتی ہے تو اس کو روک لیتے ہیں۔ اور اجر آخرت بنا کر ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ اِس سے معلوم ہُوا کہ دُعا ہر صُورت میں نفع سے خالی نہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ تنگیوں میں اللہ اس کی دعاؤں کو قبول فرمائیں۔ اس کو چاہیئے کہ آسانی اور سہولت کے اوقات میں اللہ کو خوب یاد کرے اور دُعا مانگنے میں کوتاہی نہ کرے ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ دُعا کے وقت اپنی حاجت و ضرورت اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے قبل حمد و ثنا اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف بھیجنے کا اہتمام ضروری کرے۔ دعا سے قبل دو رکعت نفل نماز پڑھنا بھی مسنون ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ جزم اور یقین سے دُعا کرو یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو بخش اور رحم فرما۔ بلکہ پورے جزم و یقین سے دعا کرے۔

نیز ارشادِ نبویؐ ہے کہ دُعا کرنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اقرار ضروری ہے جیسا کہ حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ السّلام نے فرمایا تھا:-

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

جب آپ نے جنّت کے شجرِ ممنوعہ سے چکھ لیا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آدم بھول گئے تھے۔ نَسِیَ وَلَمْ نَجِدْلَہٗ عَزْمًا یعنی بھُول گئے تھے۔ جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ مگر جب پوچھ ہوئی یہ نہیں عرض کی۔ اے اللہ میں بھول گیا تھا نسیان پر پکڑ نہیں ہے۔ نہیں نہیں۔ بابا جی نے فوراً اپیل دائر کر دی کہ اے رب واقعی قصور وار ہوں اگر تو نے نہ بخشا اور رحم نہ فرمایا تو ہم تو لوٹے میں رہ جائیں گے۔

یہ سبق اپنی ساری اولاد کو دے گئے کہ اگر تجھ سے بھول سے بھی غلطی ہو جائے تو جواب دعویٰ پیش نہ کر بلکہ اپیل دائر کر دے۔

رحمت یہ چاہتی ہے اپنی زباں سے
کہ کہہ دے گنہ گار تقصیر ہو گئی

لیکن اِس کے برعکس شیطان سے جب پُوچھ ہُوئی کہ تُو نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ بجائے اس کے کہ اپیل دائر کرتا۔ اور اپنی غلطی کا اعتراف کر کے گناہ بخشواتا۔ اُلٹا اس نے اللہ ربُّ العزّت کا مقابلہ شروع کر دیا اور اپنی صداقت اور درستگی پر دلائل دینے لگا۔ سو نکال دیا گیا۔

نیز دُعا کرتے وقت ہاتھ اٹھانا بھی مسنون ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہیں۔ اور فضل و کرم اور حیا و شرم والے ہیں ان کو شرم آتی ہے کوئی ان کی طرف (عجز اور انکساری سے) ہاتھ اُٹھائے پھر خالی لوٹا دیا جائے۔ دُعا کی قبولیت کا وقت سب سے اعلیٰ و ارفع رات کا پچھلا حصہ ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

ہر رات کے پچھلے پہرے میں اِک رحمت بٹتی ہوتی ہے
جو جاگت ہے وہ لیوت ہے جو سووت ہے وُہ رووت ہے

اگر جاگے گا بہت کچھ لے لے گا۔ اگر سوئیگا تو بہت روئے گا۔ ایک حدیث میں آتا ہے اللہ ربّ العزّت ہر رات آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی ہے پکارنے والا میں اس کی دُعا کو قبول کروں۔ کوئی ہے مانگنے والا میں اس کو عطا کروں۔ کوئی مغفرت چاہنے والا ہے میں اس کی مغفرت کر دوں۔ (ترمذی)

جمعہ کی شب میں ایک ساعت ایسی

ہے ۔ جس میں دعا قبول ہوتی ہے ۔ جمعہ کے دن ایک ساعت آتی ہے اس میں دعا قبول ہوتی ہے ۔

فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے ۔ شب قدر اور اذان اور اقامت کے وقت دعا قبول ہوتی ہے ۔ روزہ دار کی افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے

دعا بظاہر اگر قبول ہوتی نظر نہ بھی آئے تب بھی اپنے رب کے سامنے اس بہانے مناجات اور سرگوشی کی جو نعمت حاصل ہوتی ہے وہ کیا کم سعادت ہے ۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

تیری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

اگر تیرا کام بظاہر نہیں ہوا تو کم از کم تو تو بدل ہی گیا ۔ کہ تجھ کو اس کے در پر حاضری کی سعادت حاصل ہو گئی ۔

لیکن حدیث شریف میں یہ آتا ہے کہ لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ یعنی قضا کو دعا کے سوا اور کوئی چیز نہیں بدل سکتی ۔ اور ارشاد فرمایا کہ تدبیر اور احتیاط سے قضا نہیں بدل سکتی ۔ مگر تقدیر دعا سے ٹل جاتی ہے ۔ اور دعا نازل شدہ بلا کے لئے بھی نافع ہے ۔ اور ارشاد فرمایا کہ دعا نازل ہونے بلا سے پہلے اگر کی جائے تو نازل ہونے والی بلا ٹل جاتی ہے ۔ نیز ارشاد فرمایا بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بلا نازل ہو چکی ہے ادھر سے دعا پہنچ جاتی ہے تو ان دونوں میں قیامت تک کشتی ہوتی رہتی ہے بلا اپنا کام کرنا چاہتی ہے ۔ مگر دعا اس کو روکتی رہتی ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا تمام تر تدبیروں اور احتیاطوں سے بڑھ کر مفید چیز ہے ۔ نیز ارشاد فرمایا کہ دعا سے ہمت نہ ہارو ۔ کیونکہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور کچھ ضائع نہیں ہوتا ۔ نیز ارشاد گرامی ہے ۔ کہ دعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے ۔ اور زمین و آسمان کا نور ہے ۔ اس لئے دعا سے کبھی غافل نہ ہوئیے

نیز ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ سے دعا نہیں کرتا اللہ اس پر غصہ کرتا ہے ۔ (ترمذی)

نیز ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کو اپنی سب حاجتیں اللہ سے مانگنی چاہئیے یہاں تک کہ اگر کسی کی جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے یا اس سے حقیر چیز کی ضرورت ہو وہ بھی اللہ سے مانگے یہ نہ سمجھے کہ اتنی حقیر اتنے بڑے سے کیا مانگنی ۔ یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک تو بڑی چیز بھی حقیر ہے ۔

بس اپنا کام تو طلب سے ہے کہ مانگے جائیں ۔ ؎

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس
در بند ایں مباش کہ نشنید یا نہ شنید

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے ۔

مرسلہ ایم عبد الرحمن لودھیانوی (شیخوپورہ)

اُسوہ حُسین رضی اللہ عنہ

عارف القادری

مشاہیر اسلام کی یاد کا مقصد

اسلام نے اپنے مشاہیر اور سلف صالحین کے عظیم الشان اور حقیقت نواز کارناموں کی یاد قائم رکھنے پر زور دیا ہے ۔ مگر اس لئے نہیں کہ اُن کے کارناموں کی یاد سے تھوڑی دیر دل بہلا لیا جائے ۔ اور اُن کے واقعات زندگی کو شاندار الفاظ میں بیان کر دیا جائے ۔ اور رسوم کی پرستش شروع کر دی جائے ۔

اسلام کو مشاہیر پرستی سے چڑ ہے ۔ جو بت پرستی کی ایک شاخ ہے ۔ جس کی جڑ کاٹنے کے لئے اسلام دنیا میں آیا ہے اسلام مشاہیر کی شخصیتوں کو پیش نہیں کرتا ۔ بلکہ اُن کے اعمال صالحہ اور حیات آفرین کارناموں کو پیش کرتا ہے ۔ اور پھر اُن کے اُسوۂ حسنہ کے اتباع پر زور دیتا ہے ۔ مشاہیر کے کارنامے اسلام کا عمل ہیں ۔ اور اس عمل سے سبق دیا جاتا ہے ۔ اور اس کے مطابق اپنی عملی زندگی کی بنیادیں اُستوار کرو ۔ اور دین و دنیا میں فائز المرام و شاد کام بن جاؤ ۔ پس مشاہیر و سلف صالحین کے کارناموں کی حقیقی اور عملی یاد کا مقصد عبرت پذیری اور صراط مستقیم پر اُستواری ہے ۔

واقعات کربلا اور اُسوۂ حسینؓ کے تذکار کا مقصد یہ ہے ۔ کہ ہم اُن کے ایثار و قربانی کو اپنے عمل سے زندہ رکھیں ۔ اور ایثار و فدویت کی سال کے سال حیات نو اور حرارت و احساس حاصل کرتے رہیں ۔ مگر افسوس کہ واقعات کربلا کی یاد چند رسموں میں محدود ہو کر رہ گئی حقیقی اور عملی یاد مٹ گئی ۔ رسوم کی پرستش نے اس کی جگہ لے لی حقیقت سے بُعد اور اجنبیت ہو گئی جس سے شہادت حسینؓ کی انتہائی بیقدری ہو رہی ہے

اور جب حقیقت سے دوری و اجنبیت ہو جائے اور عملی یاد مٹ جائے ۔ تو پھر افراط و تفریط کا دروازہ کھل جاتا ہے ۔ اور ہر معصیت و بدعت نکل کر اُس کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیتی ہے ۔ اور قلوب و اذہان کو مسموم بنا دیتی ہے ۔ شہادت حسین کے بارے میں بھی یہی ہوا کہ افراط و تفریط کا دروازہ کھل گیا ۔ اور اب مسلمان ہیں ۔ اور شہادت عظمیٰ کے نام پر رسوم پرستیاں جس کا سب سے بڑا ثبوت تعزیہ پرستی اور سینہ کوبی ہے، کرتے ہیں ۔

افراط و تفریط

چنانچہ ایک فریق نے واقعہ کربلا کی عظمت کو محض رسوم کے ذریعہ زندہ رکھنے کا ٹھیکہ لے لیا ۔ اور اس درجہ غلو کیا کہ سارا اسلام سمٹ سمٹا کر کاغذ اور لکڑیوں کے ڈھانچہ میں رہ گیا ۔ اور دوسرے فریق نے عاشورہ کو عید کا دن سمجھ لیا ۔ اور خوب مزے اُڑائے ۔ پہلے فریق نے ننگے سر اور برہنہ پا پھرنا رونا پیٹنا شروع کر دیا غسل کرنا چھوڑ دیا ۔ سیاہ کپڑے پہن لئے ۔ بچوں کو سبز کپڑے پہنائے محفلوں اور مجلسوں میں جھوٹی روایات بیان کیں، شہداء کے نام پر ایک گھونٹ پانی پلا کر اعلان کر دیا ۔ کہ ہم نے جنت خرید لی ۔

دیکھا آپنے جاہل مسلمانوں نے شہادت حسینؓ کے گلے پر چھری چلا کر کس طرح روح اسلام کو ذبح کیا ہے ۔ اپنے دل و دماغ سے دینی بصیرت اور عبرت پذیری کو کس طرح دھکے دے کر نکالا ہے ۔ اور اناڑی پن اور بھونڈے طریقہ سے واقعہ کربلا کا منہ چڑایا ہے ۔

خدارا تبلائیے کہ کیا تذکار محرم کی یہی غرض تھی؟ اگر نہیں تو تبلاؤ حسینی کارنامے کی عملی یاد دنیا کے کون کون سے کونہ میں منائی جاتی ہے۔ اور کتنے مسلمان حیات تازہ حاصل کرکے خدمتِ دین اور حق و حریّت کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہوجاتے ہیں۔

اعتراف

مجھے اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ ایام محرم میں ماتم گساران حسینؓ حق کی محبت کا جذبہ لے کر گھروں سے نکلتے ہیں اور بعض مسلمان بھائی اہل بیت کی محبت و شیفتگی میں وارفتہ بھی ہوتے ہیں۔ اور اس کا اظہار اعلان مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ سچائی کی تلاش میں نہیں نکلتے صداقت کی تلاش کے لئے اُن میں کوئی تڑپ نہیں ہوتی اور عملی یاد منانے کا ارادہ نہیں ہوتا اور جب تک یہ نہ ہو اہل بیت کی محبت و شیفتگی ایک بے معنی چیز ہے۔ کیا کاغذ کی خوشنمائیوں اور بانس کی تیلیوں سے بنے ہوئے تعزیوں کے عظیم الشان جلوسوں، سینہ کوبی اور بدن کو زخمی کرلینے سے حضرت امام حسینؓ کی عظمت و عقیدت کا اظہار اور محبت اہل بیت کا ثبوت ہوجاتا ہے؛ ہرگز نہیں پھر اہل بیت کی محبت و شیفتگی نے ماتم گسارانِ حسینؓ کو کیا فائدہ دیا۔

کیا اسی طرح حضرت امام حسینؓ کی روح خوش ہوگی۔ اور اُن کی یاد کا حق تازہ ہوجائیگا؛ ہرگز نہیں، یاد رکھو نیکی و صداقت کے عملی نمونوں کی پیروی اور اعمال صالحہ کی حقیقی و عملی یاد مٹاکر رسوم کی پرستش اور جذبات کی تسکین سے حضرت امامؓ کی روح کو تو کیا خوشی ہوتی ہوگی۔ بلکہ ان رسمی ماتم گساروں سے یقیناً بیزار ہوگی۔ اور لعنت و ماتم کرتی ہوگی۔

امام حسینؓ کے غم میں ڈھول تاشے پیٹنے والو! اور رسمی محبت کے جوش میں اپنے بدن کو زخمی کرنے والو! تم کو کیا ہوگیا۔ کہ تم ہر سال روح حسینؓ کو اپنے عمل سے بے چین اور اسلام کو ذلیل کرتے ہو۔ تم اُٹھتے ہو اور قدم بڑھانے کے بعد اپنا رستہ گم کردیتے ہو۔ اور جہل و حماقت کی راہ اختیار کرلیتے ہو

روح شہادت

آؤ ہم تم کو رُوح شہادت سے آشنا کرائیں۔ اور تمہارے احساس وجدانی کو صحیح راستہ دکھلائیں۔ دنیا کا ہر سلیم الفطرت انسان جانتا ہے اور اس انسانیت نواز حقانیت پر ایمان رکھتا ہے۔ کہ آزادی خدا کی سب سے بڑی نعمت اور غلامی دنیا کی بدترین لعنت ہے۔ اسلام کے ظہور کا مقصد اعظم یہ ہے۔ کہ وہ خدا کی مخلوق کو ہر قسم کی غلامیوں اور ظلم و عدوان سے نجات دلاکر خدا کی بادشاہی میں لے آئے۔ غلامی اور غلامانہ ذہنیت ایک شجر خبیثہ ہے۔ جسکو اسلام جڑ سے اُکھیڑ کر پھینک دینا چاہتا ہے۔ اسلام اور غلامی کا کبھی اجتماع ہو ہی نہیں سکتا۔ اسلام غلامی اور ظلم و استبداد کے خلاف ایک زبردست بغاوت ہے جس سے فرعونی حکومتیں اور نمرودی طاقتیں ہمیشہ لرزہ براندام رہیں۔ اسلام کی اور اسلامی روایات کی کوشش یہ ہے۔ کہ وہ اپنے متبعین میں وجدانی احساس کی دبی ہوئی چنگاری کو سلگا کر ظلم و عدوان کے خس و خاشاک کو بھسم کردے اور دنیا والوں پر امن و حریت کی برکتوں کا مینہ برسائے۔

اسلام صرف اپنے متبعین ہی کو آزاد و حکمران دیکھنا نہیں چاہتا بلکہ اس کے سینہ میں سارے جہاں کا درد ہے۔ وہ تمام بنی نوع انسان کا مشفق و مُربّی ہے۔ سوائے اُن لوگوں کے جو ظلم و عُدوان سے خدا کے عاجز و درماندہ اور کمزور بندوں پر عرصہ حیات تنگ کریں امن و حریت کے دشمنوں کے لئے وہ حق پرستی کی ایسی چمکتی ہوئی بے پناہ تلوار ہے جس سے قیصر و کسریٰ کی روحیں آج تک قبروں میں تھرتھرا رہی ہیں۔ اس بات کا زندہ اور چمکتا آخری ثبوت سیدنا امام حسینؓ کی شہادت کا واقعہ ہے اور یہی اصل رُوح شہادت ہے جس کے سمجھنے کی مسلمان کوشش نہیں کرتے۔

حسینؓ کے نام لیواؤ! اگر گوش حق نیوش رکھتے ہو تو سنو، میدان کربلا سے آج تک یہی آواز آرہی ہے۔

پیش فرعونے سرش افگندہ نیست
ماسویٰ اللہ را مسلمان بندہ نیست

حضرت امام عالی مقامؓ نے اپنے قیمتی اور مقدس خون سے واقعات کربلا سے صفحہ اوّل پر لکھدیا ہے۔ کہ مسلمان اپنے جگر کے ٹکڑوں کی خون بھری لاشوں کو اپنے ہاتھ سے سپرد خاک کرسکتا ہے۔ اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کو آگ کے سمندر میں پھینک سکتا ہے۔ چشم انور کی پتلی کے مُنہ میں بجائے پانی کے چند قطروں کے تیر ستم پیوست دیکھ کر تسلیم و رضا کا اظہار کرسکتا ہے۔ اور آخر میں خود خاک و خون میں لوٹ سکتا ہے۔ مگر فاسق و فاجر حکمران کی بیعت کا ظالمانہ نظام کا حامی نہیں ہوسکتا اگر دیدۂ بینا رکھتے ہو۔ تو بڑھو اپنے قلب میں جگہ دو۔ اور دنیا والوں کو قیام امن و سبط عدل کا ایسا ہی نمونہ دکھا دو۔ کہ تاریخ عالم میں ایک مثال پیدا ہوجائے

یزید کی بیعت سے انکار

حضرت امام حسینؓ اور یزید کا جھگڑا کیا تھا۔ یہی تھا۔ کہ یزید حضرت امام عالی مقامؓ کو اس بات پر مجبور کرتا تھا۔ کہ وہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ تاکہ پھر وہ آزادی اور بے باکی کے ساتھ آزاد فطرت مسلمانوں پر ظلم و عدوان سے حکومت کرے۔ وہ اپنی حکومت کے قیام و استحکام کے راستہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ آپ ہی کو سمجھتا تھا۔ اور یہ کہ اس شہزادہ امن و تقدیس کی خاموش اور بے ضرر زندگی سے خائف تھا اگر آپؓ یزید کے ہاتھ پر بیعت کرلیتے تو بس امن چین کے ساتھ شاہانہ زندگی بسر کرسکتے تھے۔ کیونکہ اگر دُنیوی سلطنت کے تخت پر یزید بیٹھا تھا تو دینی سیادت و امارت تو بہرحال آپ کو حاصل تھی۔

آپ کے لئے دو ہی راستے تھے۔ یا تو یزید کے ہاتھ پر بیعت کرکے خوشحال زندگی بسر کرتے اور یا یزیدی حکومت سے ٹکرا کر خود فنا ہوجاتے اور اس فنا سے بقا کا عملی سبق دے دیتے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ مگر آپ جانتے تھے کہ پہلا راستہ دنیا والوں اور زر پرستوں کا ہے۔ اور دوسرا راستہ حق پرستوں کا ہے۔ اس لئے آپ نے اس دوسرے راستہ کو اختیار کیا۔ اور یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے انکار کردیا اور صاف کہہ دیا کہ یزید اس تختِ خلافت پر بیٹھنے کا ہرگز حقدار نہیں جس پر خلفائے راشدین بیٹھ کر قیام امن و سبط عدل کا کام سرانجام دیا کرتے تھے۔ اور دست اسلامیہ کے قلوب و ارواح پر حکومت کیا کرتے تھے۔

کون نہیں جانتا کہ یزید فاسق و فاجر اوّل پرلے درجے کا بداطوار تھا۔ اُس کی حکومت خدائی حکومت سے بغاوت و سرکشی کا راستہ کھولتی تھی۔ اُس کا اثر و اقتدار روحانی و اخلاقی زندگی کے لئے پیام فنا تھا۔ اور اُس کا وجود اسلام کے مقدس دامن پر ایک مکروہ اور گھناؤنا دھبہ تھا۔ ایسی حالت میں اگر امام عالی مقامؓ یزید کے ہاتھ پر بیعت کرلیتے تو اسلامی حریت کا آفتاب غروب ہوجاتا حق پرستی کا جنازہ نکل جاتا اسلام کی حمایت کا جذبہ دنیا سے

معدوم ہو جاتی ظلم و عدوان کی بڑھتی ہوئی طاقتیں اور نفس اور شیطان کے بڑھتے ہوئے حوصلے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جبروتی طاقت ملت مسلمہ سے چھین لیتی اور خدا جانے آج دنیا کا کیا نقشہ ہوتا۔

مگر قربان ہوجاؤں میں اُس امام عالی مقامؓ کے اور علمبردار صداقت کے جس نے سر دے دیا۔ مگر یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیا۔ خود مٹ گئے مگر اسلام کو زندہ کر دیا۔ اور فنا سے بقا کا نقشہ کھینچ کر دکھا دیا۔

ملت مسلمہ! تو قیامت تک بھی امام حسینؓ کی عظمت کے اظہار اور اُن کی محبت و عقیدت کے حق سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔ عالم اسلام کے غلامو! تم ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ اپنی زبان پر اُس حسینؓ کا نام لاؤ۔

جو دہکتی آگ کے شعلوں میں سویا وہ حسینؓ
جو جوان بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسینؓ
جس نے سب کچھ کھو کے بھی پھر کچھ نہ کھویا وہ حسینؓ

تمہاری تقدیر میں صرف رونا اور سینہ کوبی کرنا ہے، سو قیامت تک کرتے رہو۔ مگر حسینؓ کی محبت کا دعویٰ نہ کرو۔ اس کا ثبوت دینا تمہارے بس کی بات نہیں پہلے حق و حریت کی حمایت و حفاظت میں مصائب و شدائد کے پہاڑوں سے ٹکراؤ اپنے جگر گوشوں کے حلق پر خنجر ظلم چلتے دیکھو اور پھر خود مصیبت کی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑو تب حسینؓ کا نام زبان پر لانا کیونکہ یہ شہادت گہ اُلفت ہیں قدم رکھنا ہے

حُریت پرورانہ طرزِ عمل کا نتیجہ

تم نے سن لیا کہ حضرت امام حسینؓ نے راہ بقا کو چھوڑ کر راہ فنا اختیار کی۔ اور موت سے زیست نکال کر دکھائی۔ اس حُریت پرورانہ اور فداکارانہ طرز عمل کا کیا نتیجہ نکلا اور جگر گوشۂ رسول کے ساتھ یزیدی گروہ نے کیا سلوک کیا؟ اس کا جواب واقعۂ کربلا کی خون چکاں داستان اور میدان کربلا کے تپتے ہوئے ریت کے ذرّوں سے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ حریت پرورانہ طرز عمل کا نتیجہ ہمیشہ تباہی و بربادی ہوا کرتا ہے۔ مگر حق پرستوں کے لئے بربادی کا راستہ جنت کا راستہ ہے۔ اور عاشقان الٰہی کو اس میں مزہ آتا ہے۔ کہ خوش ہوکر اپنی جانیں اسلام پر فدا کرتے ہیں۔ اور جھوم جھوم کر کہتے رہیں ؎

جاں دی، دی ہوئی اُسی کی تھی۔
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حق و حُریت کے شیدائیو! عاشقان الٰہی کے سوانح حیات اُٹھا کر دیکھو تو تم کو ہر مرد خدا یہ کہتا ہوا نظر آئے گا ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ بود خنجر آزمائی

مسلمانو! تمہیں شہادت حسینؓ نے سبق دے دیا ہے۔ کہ جب کبھی حق و باطل کی جنگ آزمائی ہو تو بلا سوچے سمجھے اور نتیجہ سے بے پرواہ ہوکر حق و صداقت کی حمایت و حفاظت میں اُٹھو، اگر باطل پرستوں کی ٹڈی دَل فوج ہے۔ اور تم صرف بہتر تن ہو۔ تو بس قلّت و کثرت سے بے نیاز ہوکر جنگ بدر اور جنگ اُحد کا نقشہ دکھا دو کیونکہ تمہاری ہر طرح فتح ہوگی۔ اگر مارے گئے تو شہید اگر غالب آئے تو غازی، حقیقت یہ ہے ؎

نہ دبے ہیں کبھی باطل سے نہ دب سکتے ہیں
گردن اللہ کے رستہ میں کٹانے والے

حق و حریت کی حمایت و حفاظت کا دعویٰ کرکے اور حُریّت پرورانہ طرز عمل اختیار کرکے نتیجہ پر نظر نہ رکھو خواہ کچھ ہی ہو۔ تم اللہ تعالےٰ کے راستہ پر ثابت قدم رہو۔ اگر تم اپنے دلوں میں یہ عزم و استقامت پیدا کرلو اور ایسے جوش و صداقت کا ثبوت دو، تو آج ہی مغرور آسمان تمہارے قدم چومے اور تمہاری قسمت کی زمین و آسمان بن جائے

اُسوۂ حسینؓ کی بصیرتیں

اسلام نے اسلاف و مشاہیر اور صلحاء کے اعمال صالحہ اور کارناموں کے زندہ رکھنے کے لئے ہم کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ دن میں پانچ بار جب تم خدا کے حضور میں آؤ۔ تو صراط مستقیم پر پہنچنے کی ہدایت مانگا کرو۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ صراطِ مستقیم سے مراد انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کی وہ راہ علم و عمل ہے جس پر چل کر تم دین و دُنیا کی سعادتیں برکتیں اور ترقیاں حاصل کرسکتے ہو۔ اور جس کے اندر نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کا تمام سرمایہ آجاتا ہے پس اس اصول کے مطابق حضرت امام حسینؓ کے واقعہ شہادت کی عظمتوں اور بزرگیوں کو زندہ اور قائم رکھنے کے لئے صحیح طریقۂ عمل یہی ہے۔ کہ ہم ہر قسم کے افراط و تفریط اور رسم پرستیوں سے بالاتر ہو کر اپنے علم و عمل کو اُسوۂ حسینؓ کے مطابق بنائیں۔ جس سے ہمارے تنِ نیم جان میں حیات تازہ کی ایک لہر دوڑ سکتی ہے۔ وہ بصیرتیں یہ ہیں

عزم و استقلال۔ صبر و ثبات، حُریت پروری ایثار و خلوص اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اگرچہ یہ چیزیں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں اور ہماری عملی زندگی میں ان کا کچھ اثر نہ پایا جائے تو ہمیں ماتم کرنا چاہئے کہ ہم روح اسلام کھو چکے اور دماغی قویٰ پر موت طاری ہوگئی

مسلمانو! تم کیا اس حقیقت کو سمجھوگے کہ دنیا میں اِسلام ہی سب سے پہلا اور آخری دین ہے۔ جس نے باطل پرستی اور ظلم کو حق پرستی کے نور سے بدلا جس نے جھوٹے وہمی اور فرضی معبودوں کی خدائی کے پرخچے اُڑا کر توحیدِ الٰہی کا جھنڈا بُلند کیا ظلم و استبداد کو پیغامِ فنا سنایا۔ اور اپنے نام لیواؤں کو خیر الاُمم بنایا تم ہمیشہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے ہو۔ مگر اس کے معنی و حقیقت کو سمجھنے کی بھُولے سے بھی کوشش نہیں کرتے افسوس ہے کہ تم نے رسم پرستی کا نام حُبِّ اہل بیت رکھا ہے۔

تمہیں تو چاہئے تھا۔ کہ اُسوۂ حسینؓ کو سامنے رکھ کر سچے مسلمان مُوحّد اور متبع سنت بنتے اور قدم قدم پر مسلمان (فرمانبردار) نظر آتے اور پاکیزگی حیات سے مستفید ہوکر دنیا سے گمراہیوں اور بُرائیوں کو دور کرتے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ایک منٹ کے لئے بھی غافل نہ ہوتے۔

دعوتِ کار

آج سینکڑوں برس گزر چکے ہیں۔ جب کہ فرات کے کنارے اور کربلا کے لق و دق میدان سے ایک آوازِ حق بُلند ہوئی اور ایسے وقت پر بُلند ہوئی جب کہ باطل اپنے پورے ساز و سامان اور پوری قوّت کے ساتھ حق کو صفحۂ عالم سے مٹا دینا چاہتا تھا۔ ایسے نازک وقت میں حامئی اسلام، داعئی الی الحق اور تشنۂ فرات کے تپتے ہوئے میدان اور جلتی ہوئی ریت پر کھڑے ہوکر تین دن کی بھوک پیاس خشک ہونٹوں اور سوکھی ہوئی زبان سے نعرۂ حق لگایا۔ اور طلب نصرت فرمائی اور هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُ الدِّيْن کا آوازہ بُلند کیا۔ سعید ازلی رُوحوں، حق پر جان و مال نثار کرنے والوں حق شناسوں، بادۂ عشق الٰہی کے سرشاروں اور محبت الٰہی میں جان کی پرواہ نہ کرنے والوں اور جان فروشوں نے داعئ حق امام عالی مقامؓ کی دعوت پر لبیک کہا حزبُ اللہ میں شریک ہوئے اور شمع اسلام پر پروانوں کی طرح اپنی جانیں فدا کیں اور دین و دنیا میں فلاح یاب ہوئے۔

کیا امام تشنہ کام کی طلب و نصرت صرف

(بقیہ اسوۂ حسینؓ)

اس لئے تھی کہ میری محبت اور عقیدے کا دم بھرنے والے محض آہ و زاری اور سینہ کوبی کرتے رہیں؟

جس صاحبِ فہم و ذکاء کو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی حسینیؓ معرفت ہے اور جس نے واقعاتِ کربلا کا سرسری نظر سے بھی مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ آپ نے اپنی شہادت سے تا بہ قیامت ناصرانِ دینِ الٰہی کے لئے ایک ایسا اسوۂ حسنہ اور کامل نمونہ پیش کر دیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ جب تک دینِ الٰہی صفحۂ کائنات پر موجود ہے۔ ملتِ بیضاء کی حفاظت و ترقی کے لئے حامیانِ دینِ برحق کو اسوۂ حسینؓ دعوتِ تقلید دیتا رہے گا۔ اور حق پرست مسلمان خوشی خوشی اسوۂ حسینؓ کی تقلید کرتے رہیں گے۔ پس ہر زمانہ میں ایک ایسی جماعت صفحۂ ہستی پر موجود رہنی چاہئے جو حمایتِ حق امر بالمعروف اور اشاعتِ اسلام میں کوشش کر کے اسلامی روایات کو زندہ رکھے۔

اس سرزمین پاک و ہند سے جس پر آج ہم آباد ہیں امام تشنہ کام کی دعوتِ حق کے جواب میں ہمیشہ صدا ہائے لبیک بلند ہوئیں۔ ہزاروں حریت پروروں نے عیش و آرام اور عزت و جاہ پر لات مار کر زندوں کو آباد کیا۔ بہت سے حق پرست پشاور میں آغشتہ بخاک و خون نظر آئے۔ کسی نے دہلی کے اندر سولی پر لٹک کر عشق بازوں کو وصالِ محبوب کا زینہ بنایا۔ اور کسی نے لاہور میں اپنی جان کا ہدیہ جنابِ الٰہی میں پیش کیا صرف یہی نہیں کہ ملتِ اسلامیہ میں شہادتِ حسینؓ نے ایسی حق پرست اور ایثار پیشہ جماعت تیار کی بلکہ دنیا کی سیاسیات میں ایک انقلابِ عظیم پیدا کر دیا آج جو تم دنیا میں جمہوریت و حریت کا دور دورہ اور مجاہدۂ حریت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یہ سب کچھ حسینیؓ قربانی ہی کی اثر آفرینی ہے۔

جنہوں نے اسوۂ حسینؓ کے مطابق مجاہدۂ حق و حریت میں ہر قسم کی قربانیاں کیں انہوں نے اپنا حق اسلام ادا کر دیا۔ مگر میں ان فرضی ماتم گساروں سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے اسوۂ حسینؓ کے مطابق کیا کیا؟ یہ ہی نا کہ امام عالی مقامؓ کی شہادت پر ڈھول تاشے بجا کر خوشیاں منائیں۔ شعائر اسلامیہ کو پس پشت ڈال کر خدا کی نافرمانی کا ثبوت دیا اسلامی احکام و قوانین سے منہ موڑ کر نفس و شیطان کی پیروی کی — بدنوں کو زخمی کیا اور تعزیوں کے سامنے سروں کو جھکا کر اسلام کا منہ چڑایا۔

ہم صدیوں سے واقعۂ شہادت سن رہے ہیں اور محرم منا رہے ہیں اس بناء پر میں جائز طور پر یہ پوچھ سکتا ہوں کہ ہم نے کس قدر غیر مذاہب کے افراد کو حلقۂ بگوشِ اسلام بنایا۔ کس قدر ممالک میں ہمارے مشنری علمِ اسلام لے کر پہنچے۔ دینِ حقہ کے قیام و استحکام اور کفر و الحاد کی بیخ کنی کے لئے کیا کیا کوششیں اور قربانیاں کیں۔ کس قدر جاہل مسلمانوں کو اسلام اور بانیٔ اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ عام مسلمانوں کی برائیوں، کمزوریوں اور جہالتوں کا کس حد تک قلع قمع کیا۔ کتنے مشرکوں اور بدعتیوں کو سچا مسلمان، موحد اور متبع سنت بنایا۔ جن کی تلقین اسلام کے ناخدا اور نمازیوں کے سرتاج نے تہ تیغ کی۔ یعنی یہ کہ عام مسلمانوں کی اصلاح تعمیر کا کیا انتظام کیا؟

اسلام کا بنایا ہوا نظامِ تعلیم کہاں ہے؟ اپنے قومی نظام کو کہاں تک قوی کیا۔ سلسلۂ اتحاد و اتفاق کو کہاں تک ترقی دی اور اسلام کی زبان سے، قلم سے، دل سے جان و مال سے کون سی خدمت سرانجام دی۔ اگر تم نے اس لائحۂ عمل کو چھوا تک نہیں تو شرم و ندامت سے سر جھکا لو کہ تم اپنے نفس کے بندے ہو اور اپنے مقصدِ حیات سے بالکل نابلد ہو اب بھی وہ وقت ہے — تلافیٔ مافات کے لئے تیار ہو جاؤ۔

دعوتِ عمل

خدائے واحد کے ماننے والو اور حق کے پرستارو! اگر تمہارے پاس دل اور دل میں ملتِ بیضاء کی تباہی کا درد ہے تو میدانِ عمل میں اترو اور خلوص نیت کے ساتھ دینِ الٰہی کی خدمت پر کمربستہ ہو جاؤ۔ اور دنیا کو خدا کے سچے دین کی طرف دعوت دو کیونکہ آج پوری دنیا اسلام کی قبولیت کی صلاحیت پیدا کر چکی ہے۔ اقوامِ عالم کی روحیں حق کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اور اسلام تمام کائناتِ اسلامی پر چھا جانے کے لئے بےقرار ہے صرف ہمت کی ضرورت ہے۔ قلب میں اسلام کی سچی محبت لے کر میدانِ عمل میں اترو۔ پھر دیکھو کہ ہوتا کیا ہے یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔ کا نقشہ نظر آئے گا۔

اے اللہ! انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی پاک روحوں پر رحمت نازل فرما۔ اور مسلمانانِ عالم کو توفیق دے کہ وہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔ آمین

اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

محرم کی برکتیں

مسلمانو! یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام پیدا ہوئے۔ اور اس ماہ میں اللہ تبارک و تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو فرعون کی غلامی سے نجات بخشی اور فرعون کو غرقِ دریائے نیل کیا۔ پس تمہارا بھی فرض ہے کہ اس ماہ میں قرآن کریم کو رہبر بنا کر اپنے اندر آزادی کی روح پیدا کرو۔ حق پرستی اور للٰہیت کا اپنے اندر ایسا جوش اور ولولہ پیدا کرو کہ دنیا سے جبر و استبداد ختم ہو جائے۔ اور آزادی و حریت کی پرامن فضا پیدا ہو جائے۔

عاشورہ کے دن یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو نوحؑ کی کشتی بعد از طوفان کوہ جودی کے کنارے لگی تھی۔ اور کفارہ و فجارہ عذابِ خداوندی سے تباہ و برباد ہوئے تھے۔ اور

مومنین قانتین کو نجات کا پروانہ اور دنیا کی رہبری کی سند مل چکی تھی۔ لہٰذا اس ماہ میں تم بھی فسق و فجور اور بدعت و ضلالت سے توبہ کرو۔ اپنے اندر اخلاقی زندگی پیدا کرو۔ خدا کی گرفت سے لرز جاؤ۔ اُس کی نافرمانی سے تھرّاؤ، خوفِ غیر اللہ سے دل کو پاک کرو۔ اور اعمالِ صالحہ سے اپنے اپنے دامن بھر کر دنیا کو رنگِ وحدت سے رنگ دو۔

اسی دن حضرت آدمؑ اور یونسؑ کے شہر والوں کی توبہ قبول ہوئی۔ اس لئے تم بھی گناہوں سے تائب ہو جاؤ اور صحیح معنوں میں مسلمان بن جاؤ۔ تاکہ دین و دنیا کی سربلندی اور سرفرازی تمہارے ہی حصہ میں آئے اور تمہاری عظمت و اقتدار کا ڈوبا ہوا آفتاب دوبارہ طلوع کر کے محوِ حیرت کر دے۔

یہی وہ مبارک دن ہے جس کی نسبت حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَھْرُ اللّٰہِ الْمُحَرَّمِ۔ یعنی رمضان شریف کے روزوں کی فضیلت کے بعد ماہ محرّم یعنی عاشورہ کے روزہ کی فضیلت ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضور اکرمؐ مدینہ میں تشریف لائے اور یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے اُن سے پوچھا کہ یہ کیسا روزہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ وہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دشمنوں سے نجات دی۔ اور اس کے شکریہ میں موسیٰؑ نے روزہ رکھا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اے یہود! تمہاری نسبت حضرت موسیٰؑ کی سنت کا میں زیادہ حقدار ہوں۔ آپؐ نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنی امّت کو بھی اس روزہ کے رکھنے کا حکم فرمایا۔ بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اگلے سال میں زندہ رہا تو دو دن یعنی ۹، ۱۰ محرّم کا روزہ رکھوں گا۔

حضرات! یہ وہی مبارک دن ہے جس میں رسول اللہؐ، صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور فقہائے عظام اور جملہ بزرگانِ اسلام نے روزہ رکھا اور اس دن کی بے حد تعظیم و تکریم کی۔ خدارا اس مبارک دن کی نیکیوں اور سعادتوں کو لہو و لعب، فسق و فجور، لغویات و فضولیات، خلافِ شرع رسوم اور بدعات کی برائیوں سے نہ بدلو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا کا غضب بھڑک اٹھے اور تم عذاب خداوندی کی گرفت میں آ جاؤ۔

حسب مقدور کھانا پکا کر غرباء کو کھلاؤ۔ نوافل پڑھو۔ درود شریف کا ورد کرو۔ قرآن شریف پڑھ کر شہدائے کربلا کی ارواحِ طیّبات اور سیّد الشہداء حضرت امام حسینؓ کی روح پاک کو اس کا ثواب پہنچاؤ۔

نماز

صفحہ ۱۹ سے آگے

تو یہ نماز کا قصور نہیں بلکہ خود اس شخص کے نفس کی خرابی ہے۔

ہونہار بچو! ایک بات اور دیکھو کہ اللہ پاک نے نماز کو با جماعت پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے اور خاص طور پر ہفتہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا فرض کر دیا ہے۔ یہ مسلمانوں میں اتحاد اور برادری پیدا کرنے والی چیز ہے جب وہ سب مل کر ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ ایک ساتھ اُٹھتے اور بیٹھتے ہیں تو آپ سے آپ ان کے دل ایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں اور ان میں یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ پھر یہی چیز اُن میں ایک سردار کی اطاعت کا مادہ پیدا کرتی ہے اور ان کو باضابطگی کا سبق سکھاتی ہے اسی سے ان میں آپس میں ہمدردی اور مساوات پیدا ہوتی ہے۔ امیر، غریب بڑے چھوٹے، افسر نوکر سب ایک ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اونچ نیچ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لاڈلے بچو! یہ ان بے شمار فائدوں میں سے چند فائدے ہیں۔ جو تمہاری نماز سے خدا کو نہیں بلکہ خود تمہیں کو حاصل ہوتے ہیں۔ خدا نے تمہارے فائدے کے لئے اس چیز کو فرض کیا ہے اور نہ پڑھنے پر اس کی ناراضی اس لئے نہیں ہے کہ تم نے اس کا کوئی نقصان کیا بلکہ اس لئے ہے کہ تم نے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچایا۔ کیسی زبردست طاقت نماز کے ذریعہ سے تم کو دے رہا ہے اور تم اس کے لینے سے جی چراتے ہو۔ کس قدر شرم کا مقام ہے۔ کہ تم زبان سے تو خدا کی خدائی اور رسولؐ کی اطاعت اور آخرت کی بازپرس کا اقرار کرو اور تمہارا عمل یہ ہو کہ خدا اور رسولؐ نے سب سے بڑا فرض جو تم پر عائد کیا ہے اس کو ادا نہ کرو۔ تمہارا یہ عمل دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا۔ یا تو تم کو نماز کے فرض ہونے سے انکار ہے یا تم اسے فرض مانتے ہو اور پھر ادا کرنے سے بچتے ہو اگر فرضیت سے انکار ہے تو تم قرآن اور حضورؐ دونوں کو جھٹلاتے ہو۔ اور پھر ان دونوں پر ایمان لانے کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہو۔ اور اگر تم اسے فرض مان کر پھر ادا نہیں کرتے تو تم سخت ناقابلِ اعتبار آدمی ہو تم پر دنیا کے کسی معاملہ میں بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب تم خدا کی ڈیوٹی میں چوری کر سکتے ہو تو کوئی کیا امید کر سکتا ہے کہ انسانوں کی ڈیوٹی میں چوری نہ کروگے۔

مرکز وفاق المدارس کی طرف سے

اہم اعلان

گذشتہ سال جن فضلاء نے وفاق کی نگرانی میں امتحان دیا تھا۔ ان کی سندیں ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔ انشاء اللہ محرم الحرام کے آخر میں

مجلس عاملہ وفاق کا

ایک اہم اجلاس

منعقد ہوگا۔ اس میں سند کی عبارت پاس کر کے فوراً طباعت کا انتظام کر دیا جائے گا فضلاء حضرات انتظار کریں۔

فضلاء کی ضرورتوں کا ہمیں بے حد احساس ہے۔ لیکن یہ تاخیر بہت مجبوری کی وجہ سے ہوئی ہے۔

از دفتر وفاق المدارس العربیہ ملتان پاکستان

بچوں کا صفحہ

نماز

(کمال الدین مُدرّس لاہور کارپوریشن)

پیارے بچو! آؤ آج کی صحبت میں ہم تمہیں یہ بتائیں کہ حضورؐ نے تمہیں خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا کیا طریقہ سکھایا ہے۔ کن چیزوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور کن چیزوں سے منع فرمایا ہے اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز نماز ہے جو تم پر فرض کی گئی ہے۔ تم صبح سویرے اُٹھے اور پاک و صاف ہو کر اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو گئے۔ اس کے سامنے بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، جھک کر اور زمین پر سر رکھ کر اپنی بندگی کا اقرار کیا۔ اس سے مدد مانگی۔ ہدایت چاہی۔ بندگی کا اقرار تازہ کیا۔ اس کی خوشنودی چاہنے اور اس کے غضب سے بچنے کی تمنا کی۔ اس کی کتاب کا سبق دُہرایا۔ اس کے رسُول کے برحق ہونے کی گواہی دی اور اُس دن کو بھی یاد کر لیا جب تم اس کی عدالت میں اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیئے حاضر ہو گے۔ اس طرح تمہارا دن شروع ہوا۔ چند گھنٹے تم اپنے کاموں میں لگے رہے۔ پھر ظہر کے وقت مؤذّن نے تم کو یاد دلایا کہ آؤ اور چند منٹ کے لیئے اس سبق کو پھر دُہرا لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو بھول کر تم خدا سے غافل ہو جاؤ۔ تم اُٹھے اور ایمان تازہ کر کے پھر دنیا اور اس کے کاموں کی طرف لوٹ آتے۔ چند گھنٹوں کے بعد پھر عصر کے وقت تمہاری طلبی ہوئی اور تم نے پھر ایمان تازہ کر لیا۔ اس کے بعد مغرب ہوئی اور رات شروع ہو گئی۔ صبح کو تم نے دن کا آغاز جس عبادت کے ساتھ کیا تھا رات کا آغاز بھی اُسی سے کیا، تاکہ رات کو بھی تم اس سبق کو بھول کر بھٹک نہ جاؤ۔ چند گھنٹوں کے بعد عشا ہوئی اور سونے کا وقت آ گیا۔ اب آخری بار تم کو ایمان کی ساری تعلیم یاد کرا دی گئی کیونکہ یہ سکون کا وقت ہے۔ دن کے شور و غل میں اگر تم کو پوری توجہ کا موقع نہ ملا ہو تو اس وقت اطمینان کے ساتھ توجہ کر سکتے ہو۔

عزیز بچو! یہ نماز وہ چیز ہے جو ہر روز دن میں پانچ وقت تمہارے اسلام کی بنیاد کو مضبوط کرتی رہتی ہے۔ یہ ان تمام عقیدوں کو تازہ کرتی رہتی ہے جن پر تمہارے نفس کی پاکی، روح کی ترقی، اخلاق کی درستی اور عمل کی اصلاح موقوف ہے۔ غور کرو! وضو میں تم اس طریقہ کی کیوں پیروی کرتے ہو جو حضورؐ نے بتایا ہے اور نماز میں وہ سب چیزیں کیوں پڑھتے ہو جو آپ نے تعلیم کی ہیں؟ اسی لیئے کہ تم حضورؐ کی اطاعت کو فرض سمجھتے ہو۔ قرآن کو تم غلط کیوں نہیں پڑھتے؟ اسی لیئے کہ تمہیں اس کے کلامِ الٰہی ہونے کا یقین ہے۔ نماز میں جو چیزیں خاموشی سے پڑھی جاتی ہیں اگر تم ان کو نہ پڑھو یا اُن کی جگہ اور پڑھ دو تو تمہیں کس کا خوف ہے؟ کوئی انسان تو سننے والا نہیں۔ ظاہر ہے کہ تم بھی سمجھتے ہو کہ خاموشی کے ساتھ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں اسے بھی خدا سُن رہا ہے اور ہماری کسی کھلی چھپی حرکت سے بھی وہ بے خبر نہیں۔ جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا وہاں کونسی چیز تمہیں نماز کے لیئے اٹھاتی ہے؟ وہ یہی اعتقاد تو ہے کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔ نماز کے وقت ضروری سے ضروری کام چھڑا کر کونسی چیز تمہیں نماز کی طرف لے جاتی ہے؟ وہ یہی احساس تو ہے کہ نماز خدا نے فرض کی ہے۔ جاڑے میں صبح کے وقت اور گرمی میں دوپہر کے وقت اور شام کو روزانہ دلچسپ تفریحوں میں عصر و مغرب کے وقت کونسی چیز تم کو نماز پڑھنے پر مجبور کرتی ہے؟ وہ فرض شناسی نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر نماز نہ پڑھنے یا نماز میں جان بوجھ کر غلطی کرنے سے تم کیوں ڈرتے ہو؟ اسی لیے کہ تم کو خدا کا خوف ہے اور تم جانتے ہو کہ ایک دن اس کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ اب بتاؤ کہ نماز سے بہتر اور کونسی ایسی ٹریننگ ہو سکتی ہے جو تم کو پورا اور سچا مسلمان بنانے والی ہو؟ مسلمان کے لیے اس سے اچھی تربیت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ ہر روز کئی کئی دفعہ خدا کی یاد اور اس کے خوف اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کے یقین اور عدالتِ الٰہی میں پیش ہونے کے اعتقاد کو تازہ کرتا رہے۔ اور روزانہ کئی بار لازمی طور پر حضورؐ کی پیروی کرے اور صبح سے لیکر رات تک ہر چند گھنٹوں کے بعد اس کو فرض بجا لانے کی مشق کرائی جاتی رہے۔ ایسے شخص سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر دنیا کے کاموں میں مشغول ہوگا تو وہاں بھی وہ خدا سے ڈریگا اور اس کے قانون کی پیروی کریگا اور ہر گناہ کے موقع پر اس کو یاد آ جاتے گا کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ اگر کوئی اتنی اعلیٰ درجہ کی ٹریننگ کے بعد بھی خدا سے بے خوف ہو اور اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ چھوڑے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/G موٴرخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ موٴرخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

(فیروز سنز لمیٹڈ لاہور باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین ۲ شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا)